استوصوا بالنساء خیراً (الحدیث)

ماہنامہ بنات اہلسنت (لاہور)

جلد نمبر 1 | اکتوبر 2010ء | شمارہ 10

مدیر اعلیٰ
مولانا محمد الیاس گھمن

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

افسری

رونا رلانا

احناف ٹرسٹ

خوش آئند قدم

بے آواز لاٹھی

AMS
ناشر احناف میڈیا سروس

استوصوا بالنساء خیراً (الحدیث)

ماہنامہ بناتِ اہلسنت لاہور

جلد نمبر 1 | اکتوبر 2010ء | شمارہ 10

ایجنسی ہولڈرز مہر لگائیں اور ہدیہ دینے والے اپنا نام لکھیں!

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک

35 ڈالر .... سالانہ

سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک

25 ڈالر .... سالانہ

ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر .... سالانہ

قیمت فی شمارہ -/20 روپے

سالانہ زرتعاون

-/240 روپے

www.islahunnisa.com
islahunnisa@gmail.com

خط وکتابت

دفتر ماهنامه بنات اهلسنت

بالمقابل جامعہ حقانیہ نزد پیکجز فیکٹری قینچی امرسدھو لاہور

042 36185019

ایک نظر میں

درس قرآن

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

”الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ وممارزقنٰھم ینفقون.“

ترجمہ: وہ لوگ جو غیب کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں، نمازیں قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے ان کو رزق دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

تشریح: اللہ تعالیٰ متقین کی صفات بیان فرما رہے ہیں۔پہلی صف یہ ہے کہ وہ غیب کی باتیں پر ایمان لاتے ہیں غیب کی باتوں سے مراد وہ باتیں جن کو ہم دیکھ نہیں سکتے۔مثلا: جنت، دوزخ، قبر کا عذاب اور راحت، حشر، پل صراط وغیرہ اسی طرح نبی کی رسالت پر ایمان لانا بھی ایمان بالغیب کہلاتا ہے کیونکہ نبی کا جسم نظر آتا ہے لیکن نبوت اور رسالت پوشیدہ چیزیں ہیں ان کو دیکھا نہیں جا سکتا۔

دوسری صفت یہ ہے کہ وہ نمازیں قائم کرتے ہیں یعنی وقت پر ادا کرتے ہیں اور سنن و مستحبات کا لحاظ رکھتے ہیں۔

تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ خدا کے دیے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔اس میں اپنی ذات پر خرچ کرنا بھی شامل ہے اور دوسروں پر بھی۔اس وقت ہمارے مصیبت زدہ بھائی نہایت تنگدستی کا شکار ہیں۔غربت اور افلاس آئے دن بڑھ رہی ہے لہذا صدقات واجبہ اور صدقات نافلہ کا بھرپور اہتمام کیا جائے۔تاکہ ہم خدا کے ہاں بھی سرخرو ہو سکیں اور معاشرتی تنگدستی بھی ختم ہو۔اللہ عمل کی توفیق بخشیں۔

آمین بجاہ النبی الکریم

درسِ حدیث

آپ ﷺ کا ارشادی گرامی ہے:

”مامن یوم یصبح العباد فیه الاملکان ینزلان فیقول احدهما: اللهم اعط منفقا خلفاً ویقول الآخر؛اللهم اعط ممسکا تلفاً.“

ترجمہ: روزانہ صبح کے وقت دوفرشتے (آسمان سے) اترتے ہیں۔ایک فرشتہ دعا کرتا ہے کہ ”اے اللہ! خرچ کرنے والے کواس کا بدل عطا فرما۔“ دوسرا فرشتہ دعا کرتا ہے کہ ”اے اللہ! مال خرچ نہ کرنے والے کا مال تباہ کردے۔“

تشریح: علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ”بربادی اور تباہی“ کبھی تو بعینہ مال کی ہوجاتی ہے، کبھی مال والے شخص کی یعنی وہ شخص خود ہی مرجاتا ہے اور کبھی نیک اعمال ضائع ہوجاتے ہیں یعنی وہ اتنا پھنس جاتا ہے کہ نیک اعمال نہیں کرپاتا۔اس کے مقابلے میں جو شخص مال خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں برکت فرمادیتے ہیں۔ بلکہ ایک حدیث میں تو یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ جو شخص صدقہ کرتا ہے اللہ اس کا مال ضائع نہیں ہونے دیتے۔اس شخص کے ورثاء اس کا مال لغو اور فضول کاموں میں خرچ کرنے کے بجائے نیک کاموں میں لگاتے ہیں اور اس شخص کے نامہ اعمال میں برابر نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ایک حدیث پاک میں ہے کہ” **بادروا بالصدقه فان البلاء لا یتخطاها**“ صدقہ دینے میں جلدی کروکیونکہ بلا (مصیبتیں، آفات، بلیات وغیرہ) صدقہ کو پھاندکر (کراس کرکے) نہیں آسکتیں۔ اس لیے آج کل ہمارے بھائیوں پرسخت مصیبتیں آرہی ہیں ان کی امداد اور معاونت ہمارا اخلاقی، دینی اور معاشرتی فریضہ ہے۔اللہ عمل کی توفیق سے نوازے۔

آمین بجاہ النبی الکریم

اواریہ

احناف ٹرسٹ خوش آئند قدم

تاریخ بغداد میں لکھا ہے: ''بسا اوقات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کسی انجان آدمی کے پاس سے گزرتے تو اس کے ساتھ بیٹھ جاتے۔ جب وہاں سے کھڑے ہوتے تو اس سے پوچھتے اگر وہ شخص فاقہ زدہ ہوتا تو اس کی معاونت کرتے اگر مریض ہوتا تو اس کی عیادت کرتے۔''

(تاریخ بغداد ج ۱۳: ص ۳۱۶)

امام صاحب رحمہ اللہ کی خدمت خلق، ہمدردی، ایثار، غم خواری اور رفاہ عامہ میں قابل قدر کاوشیں اور تعلیمات ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ جب کبھی بھی انسانیت پر کوئی آزمائش، مصیبت یا آفات آئی، امام صاحبؒ اور ان کے متبعین نے ان لمحات میں مصیبت زدہ عوام کی خدمت کو اپنے لیے سعادت سمجھا ہے۔

حسن اتفاق سمجھئے کہ ''احناف ٹرسٹ'' کا آغاز 17 رمضان المبارک کو ہوا اور ''احناف میڈیا سروس'' کا آغاز بھی ایک سال قبل 17 رمضان المبارک ہی کو ہوا تھا۔ رمضان المبارک میں غریب اور مفلس لوگوں کی حالت کا اندازہ ہوتا ہے۔ کیونکہ جب آدمی خود خالی پیٹ ہوتا ہے تو ''خالی پیٹ'' والوں کا اندازہ بجا طور پر معلوم ہوتا ہے۔

خیر! وطن عزیز میں سیلاب کی تباہ کاریاں زوروں پر تھیں اور بندہ ادائیگی عمرہ کے لیے ''محبوب کل جہاں صلی اللہ علیہ وسلم'' کے شہر مبارک میں تھا۔ احناف میڈیا سروس والے ذمہ داران ساتھیوں سے مسلسل میرا رابطہ تھا چنانچہ ان سے مشورہ میں یہ طے پایا کہ سیلاب زدہ علاقوں کی صورتحال کا جائزہ لے کر ان کی ہر ممکن امداد کی جائے۔ جن بہنوں اور بھائیوں ہماری ویب سائیٹس www.alittehaad.org اور www.islahunnisa.com کو دیکھا ہے۔ وہ اس بات پر شاہد عدل ہیں۔

بیرون سفر واپسی پر ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ ''حضرت آپ نے گھر بعد میں جانا ہے پہلے سیلاب زدہ علاقوں میں خیمے، راشن، ادویات اور نقدی تقسیم کرنی ہے'' میں نے صورتحال کی آگاہی چاہی تو انہوں نے مجھے بتلایا کہ ''ہم تقریبا 18 لاکھ کی امداد تقسیم کر چکے ہیں۔''

بندہ پہلے کراچی سے ملتان اور پھر رات کو لیہ پہنچا۔ بعد میں احناف میڈیا سروس کے ذمہ داران عزیزم مولانا عابد جمشید اور مولانا محمد کلیم اللہ پہلے سے موجود تھے۔ رات کو مشاورت ہوئی اور صبح نماز سے پہلے ہم لیہ سے کوٹ سلطان کو چل دیے۔ وہاں بھائی اللہ نواز سرگانی، محترم عمر فاروق سرگانی کے مدرسہ حسین بن علیؓ میں خیمے اور راشن وغیرہ کی تقسیم کی تقریب منعقد کی گئی تھی۔ اس سفر میں محترم بھائی سعید باجوہ صاحب بھی میرے ہمراہ تھے۔ امداد کی تقسیم کے بعد عزیزم مولانا عثمان زاہد صاحب نے مجھے علاقے کی صورتحال سے تفصیلاً آگاہ کیا۔

کوٹ سلطان سے سیدھا ہم نے لیہ آنا تھا۔ یہاں پر بھی متاثرین میں خیمہ جات، راشن اور نقدی تقسیم کرنی تھی۔ جامع مسجد فاروق اعظم میں یہ تقریب منعقد کی گئی تھی۔

میں یہاں ایک بات کو ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم نے آخر کیوں لوگوں کو اکھٹا کر کے ایک الگ جگہ پر امداد دی ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ علاقے کے لوگوں صورتحال یہ ہو چکی تھی کہ جو بھی مخیرّ حضرات جاتے ان کے ساتھ برا سلوک ہوتا بعض بیچارے مخیرّین کو متاثرین نے مارا پیٹا بھی سہی جو کہ ایک مہذب اور تعلیم یافتہ قوم خصوصاً مسلم قوم کے لیے ہرگز زیبا نہیں۔

خیر! جامع مسجد فارق اعظم لیہ میں محترم جناب قاری صبغت اللہ، بھائی محبوب عالم، بھائی حافظ محمد مجتبیٰ و دیگر لوگوں نے حسن انتظام کی ایک مثال قائم کر رکھی تھی۔ مختصر سا خطاب کر کے خیمہ جات اور راشن وغیرہ تقسیم کیا اور پھر ہم لیہ سے چوک اعظم چل دیے، یہاں ایک اسلامی لائبریری شروع کی گئی ہے جس کا مقصد اہل علاقہ کی علمی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔ لائبریری میں چند منٹ ہم رکے اور وہاں سے پھر سیدھا فتح پور جا پہنچے۔

فتح پور میں جامعہ اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند میں امدادی سامان کی تقسیم کا انتظام کیا گیا

تھا۔علاقے کی ہردل عزیز شخصیت جناب قاری محمد ایوب، مولانا محمد افضل، بھائی عبیداللہ نے پہلے سے ٹوکن وغیرہ جاری کرر کھے تھے۔یہاں پر کروڑ لعل عیسن ،بستی قاضی ،بستی شینہ والا اور مضافات سے متاثرین آئے ہوئے تھے۔

میں خصوصاً ان کم سن طالب علم بھائیوں کا جنہوں نے امدادی سامان کی پیکنگ بڑی جانفشانی سے کی، جہاں شکر گزار ہوں وہاں ان کے لیے دعا گو بھی ہوں کہ اللہ ان سب کو اخلاص کے ساتھ اپنے دین کے لیے قبول فرمائے۔

باقی سیلاب زدہ علاقوں میں سے راجن پور، جام پور، کوٹ ادو، دائرہ دین پناہ، تونسہ، ڈیرہ اسماعیل خان کے ساتھیوں سے نقدی تعاون کیا اور تھوڑا بہت سامان راجن پور کی طرف بھیجا۔

یہ سب کچھ احناف میڈیا سروس کی ٹیم نے ویڈیوز کی صورت میں محفوظ کر کے اپنی مذکورہ بالا ویب سائیٹس اور یوٹیوب پر اپ لوڈ کر دیا ہے۔ اللہ ان کی محنتوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

میں اپنی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں اور بھائیوں سے عرض کروں گا کہ آپ ہمارا کام دیکھیں اور اس کے بعد ہمارے ساتھ اس کارِ خیر میں دل کھول کر تعاون کریں۔

سیلاب زدہ علاقوں میں ''احناف میڈیا سروس'' کی ٹیم نے وہاں چند دن سیلاب بیتی کے نام سے ایک سلسلہ شروع کیا تھا اور ہر روز ہزاروں لوگوں تک اپنا پیغام بذریعہ ای میل پہنچاتے رہے۔سیلاب بیتی اصل میں وہاں کے متاثرہ علاقوں کی کارگزاری ہے۔آپ ان کو پڑھیں، اگر ان کو دیکھنا ہو تو ہماری مذکورہ ویب سائٹس اور یوٹیوب پر اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

سیلاب بیتی نمبر1:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: تمام حضرات کو اس بات سے مطلع کیا جاتا ہے کہ ''احناف ٹرسٹ'' اور ''حقانیہ ٹرسٹ'' کی مشترکہ محنتوں سے متاثرین سیلاب زدگان کی امداد کا سلسلہ جاری وساری ہے۔ 250 خاندانوں کی مکمل کفالت اور ان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری

کارکنان احناف وحقانیہ ٹرسٹ کے رضا کار بڑی جانفشانی سے ادا کررہے ہیں۔اس وقت تک 4 ٹرک راشن اور 3 لاکھ روپے سے زائد مالیت کی ادویات بھیجی جاچکی ہیں جو وہاں پر متاثرین میں تقسیم کردی گئی ہیں۔ٹرسٹ کے زیرانتظام ایک ماہر تجربہ کار ڈاکٹر صاحب موجود ہیں جو متاثرین کے امراض کی تشخیص اوران کے علاج معالجہ کافریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

احناف ٹرسٹ کے ذمہ داران آج متاثرہ علاقوں کا دورہ کریں گے اور آپ حضرات کو وہاں کی تازہ ترین صورتحال سے آگاہ کریں گے اور ایک سلسلہ بنام سیلاب بیتی کے نام سے شروع کیا جارہا ہے جس میں آپ وہاں کے متاثرین کے انٹرویوز اوران کی دُکھ بھری کہانی سن سکیں گے۔

احناف ٹرسٹ کے ذمہ داران صبح 7 بجے یہاں سے روانہ ہوچکے ہیں اوراپنے ساتھ 85 واٹر پروف خیمے اور راشن کا ایک ٹرک لے کر جارہے ہیں۔

سیلاب بیتی نمبر2:

سیلاب سے متاثرہ علاقوں لیہ، فتح پور، کروڑ اور مضافات میں آج ہمارا پہلا دن ہے۔ یہاں کی صورتحال انتہائی خراب ہے، دریائے سندھ میں شدید طغیانی ہے،لوگوں کے پکے مکانات تک ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں اوران کے مال مویشی اور غلے کے محفوظ ذخائر وغیرہ بھی سیلاب کی نذر ہوچکے ہیں۔ بزرگ عالم دین مولانا محمد افضل صاحب علاقہ میں اپنے رفقاء کار کے ساتھ متاثرین کی مکمل معاونت کررہے ہیں اور مکمل جانچ پڑتال کے بعد اصل مستحقین تک امدادی اشیاء پہنچارہے ہیں۔ہم علی الصبح ان شاءاللہ تعالی کچے کے علاقے شینہ والا،بستی قاضی،بستی لسکانی والا، بستی خیرشاہ، گرہ سواگہ، چک شہانی،بستی گنڈہ وغیرہ کا دورہ کریں گے اور وہاں کی تازہ ترین صورتحال سے آپ کوآگاہ کریں گے۔

علاقے میں انٹرنیٹ کی معقول سہولت میسر نہ ہونے کی وجہ سے آج کی ویڈیوز،انٹرویوز اور تصاویر کوای میل کے ساتھ اٹیچ کرنا اور یوٹیوب پراپ لوڈ کرنا ناممکن ہے۔ہماری کوشش ہوگی کہ کل رات تک لیہ شہر پہنچ کر ویڈیوز،انٹرویوز اور تصاویر کواپ لوڈ کرکے آپ تک پہنچاسکیں۔

سیلاب بیتی نمبر 3:

آج صبح سات بجے ہم لوگ فتح پور سے کروڑ شہر اور بستی شینہ والا کی طرف نکلے۔ راستے میں جا بجا لوگوں کے اجڑے مکانات نظر آئے، کروڑ سے بستی شینہ والا تک جاتے ہوئے ہمیں یہاں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ لگ گیا حالانکہ یہ راستہ صرف 15 سے 20 منٹ کا ہے سڑک مکمل طور پر ٹوٹ چکی تھی اور لوگوں نے گہری جگہوں پر گزرنے کے لیے کھجور کے لمبے لمبے تنے ڈال رکھے تھے اور اپنی مدد آپ کے تحت وہاں سے اپنا سامان منتقل کر رہے تھے۔

گھر ٹوٹے ہوئے، چہرے پژمردہ، اداسی اور مایوسی کا عالم، کیا بچے کیا بوڑھے سب اپنے گھروں کے ملبے ہٹانے میں مصروف ہیں اور ان کی از سر نو تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن سادہ چاردیواری کی تعمیر میں بھی کم از کم ایک ماہ لگ جائے گا۔ اس وقت تمام متاثرین کا مطالبہ تھا کہ ہمیں فوری طور پر خیمے فراہم کئے جائیں تا کہ ہماری باپردہ خواتین اور معصوم بچے اپنا سر چھپا سکیں ہم نے کچے کے جن دور دراز علاقوں کا دورہ کیا وہاں کے لوگوں کا کہنا تھا کہ کسی بھی سرکاری یا غیر سرکاری رفاہی تنظیم نے ہمیں ایک مٹھی بھر راشن بھی فراہم نہیں کیا۔ راستے کی جو کیفیت تھی اور جن مشکلات میں ہم وہاں تک پہنچے ان کو دیکھتے ہوئے ان لوگوں کا یہ شکوہ سو فیصد سچ محسوس ہو رہا تھا۔

مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کی ہدایت پر بزرگ عالم دین مولانا محمد افضل صاحب اور ان کے رفقائے کار مختلف ٹولیوں کی شکل میں علاقے بھر کے دور دراز مقامات اور بستیوں میں جا کر متاثرین کا اندراج کر رہے تھے اور مکمل جانچ پڑتال کے بعد ان تک امدادی سامان کی فراہمی کو ممکن بنا رہے تھے۔ چند ویڈیوز اور تصاویر ہم نے کیمرے کی آنکھ سے محفوظ کر لی ہیں جو عنقریب آپ تک پہنچا دی جائیں گی۔

ہم سب نے مل کر ان کے دکھوں کا مداوا کرنا ہے عید بالکل قریب ہے لوگ آپ کی امداد کے منتظر بلکہ شدت کے ساتھ منتظر ہیں۔ ہم نے باہمی مشورے سے یہ طے کیا ہے کہ جن مستحق گھرانوں کا اندراج کیا گیا ہے سامان خورونوش کا ایک عید پیکج ان گھرانوں تک پہنچایا جائے ایک

گھرانے کے لیے تقریباً سات سے دس دن تک کے عید پیکج کی مالیت تقریباً سولہ سو روپیہ ہے۔ جن مستحق گھرانوں کا مکمل جانچ پڑتال کے بعد اندراج کیا ہے ان کی تعداد پانچ سو سے زائد ہے اوران میں اکثر وہ گھرانے ہیں جن کے پاس فی الحال سوائے مولانا محمد افضل اور احناف ٹرسٹ کے علاوہ دیگر کوئی سرکاری یا غیر سرکاری ادارہ نہیں پہنچا۔ آیئے! آگے بڑھیے اور ان متاثرین کی امداد کر کے اپنے اللہ کو راضی کیجیے۔ حالات بہت سنگین ہیں اور وقت بہت کم۔ جلدی کیجئے! کہیں دیر نہ ہو جائے۔

آج ہم دو گھنٹے سے زیادہ کا سفر موٹر سائیکل پر طے کر کے لیہ شہر پہنچے تا کہ آپ تک متاثرین کی ویڈیوز، انٹرویوز اوران کے مکانات کی حالت زار کی تصاویر پہنچا سکیں۔ وائے حسرت یہاں بھی بجلی ندارد اور موبائل پر براوزنگ کرتے ہوئے صرف ٹیکسٹ ہی لکھا جا سکتا ہے۔ ویڈیوز اور تصاویر اپ لوڈ یا اٹیچ نہیں کی جاسکتیں۔ انشاء اللہ ان علاقوں سے واپسی پر آپ تک یہ تمام ویڈیوز اور تصاویر پہنچا دی جائیں گی۔

سیلاب بیتی نمبر4:

حسب معمول ہم لوگ صبح سویرے اپنے متاثرین بھائیوں کے دکھ درد میں شریک ہونے کے لیے نکل کھڑے ہوئے راستہ میں ہم نے چار خاندانوں میں تقریبا75 ہزار نقدی تعاون بھی کیا۔ ان میں سے ایک بیوہ تھی، بیوہ کی صورت حال یہ تھی اس بیچاری کا کمانے والا کوئی نہیں تھا۔ چار جوان بیٹیاں ہیں جو باپردہ ہیں اور وہ بیچاری ضعیف العمر ہونے کی وجہ سے راشن اور سامان لینے کے لیے قطاروں کی مصیبت بالکل برداشت نہیں کر سکتی۔

اس کے علاوہ کوٹ سلطان کے علاقہ میں ایک شخص سے ملے جس کے بارے میں ہمیں معلوم ہوا اس کا جواں سالہ بیٹا اس سیلاب میں بہہ گیا ہے اور وہ خود دماغی توازن کھو بیٹھا ہے۔ اس وقت پورا خاندان بالکل بے آسرا اور بے یار و مددگار ہے۔

انہوں نے احناف ٹرسٹ سے بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ”ہمارے پاس

بالکل کوئی امداد نہیں پہنچی ہم نے ایک سو روپے کا پلاسٹک شاپر خریدا ہے جو ہم سب گھر والے رات کو اوپر لے کر سوتے ہیں نہ ہمارا مکان ہی بچا اور نہ ہی ہمیں خیمے ملے۔''ان کی ہچکیاں بندھ چکی تھی ہم نے ان سے حسب وسعت نقدی تعاون کیا اور ان کو خیمہ دینے کا وعدہ بھی کیا۔

کوٹ سلطان میں ہماری ملاقات مولانا عثمان زاہد صاحب سے ہوئی جو کہ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا کے متخصص ہیں انہوں نے مولانا محمد الیاس گھمن صاحب کی ہدایت پر پورے علاقے میں قابل رشک امدادی سرگرمیاں سرانجام دی ہیں۔

مولانا نے احناف ٹرسٹ کے کارکنان کو علاقے کی صورتحال سے تفصیلاً آگاہ کیا۔
مغرب کے قریب ایک شخص غلام عباس صاحب تشریف لائے سیلاب کے دنوں میں انہوں نے اپنی چارپائی ایک درخت کے اوپر باندھ دی تھی، تین دن تین رات مسلسل اس چارپائی پر گزارے ہم صبح ان شاء اللہ ان کے علاقے (بیٹ بلوچ خان) میں جارہے ہیں ہماری کوشش ہوگی کہ ہم ان سے اسی چارپائی پر بیٹھا کر تفصیلی انٹرویو لیں اور اس کی ویڈیو بہت جلد آپ حضرات تک پہنچائیں گے۔ تاکہ آپ کو اندازہ ہو سکے کہ متاثرین کن مشکل حالات سے دوچار ہیں۔''احناف ٹرسٹ'' اور''حقانیہ ٹرسٹ'' کی مشترکہ کاوشوں سے امدادی سامان سے لدا ہوا ایک اور ٹرک ان شاء اللہ کل صبح اس علاقے میں پہنچے گا۔

اس وقت متاثرین کو خیموں کی شدید ضرورت ہے ایک خیمہ تقریباً 12 ہزار میں آرہا ہے۔ دن کو یہاں شدید گرمی ہوتی ہے اور رات کو شبنم بارش کی طرح گرتی ہے لوگوں کے 80 فیصد مکانات تقریباً گر چکے ہیں۔ رمضان المبارک کی بابرکت ساعتوں میں اپنے مسلمان بھائیوں کے دکھ درد میں شریک ہوکر اپنی آخرت کے لیے زادِ راہ جمع کیجئے۔

سیلاب بیتی نمبر5:

مدرسہ حسین بن علیؓ کوٹ سلطان سے آٹھ افراد پر مشتمل ہمارا قافلہ کوٹ سلطان کے متاثرہ علاقوں: موضع بلوچ خان، موضع بکھری احمد خان، موضع گاڈی، موضع زور، موضع بالو، موضع

گجی ،موضع نوراسی ،موضع شاہ والا اور پتن شاہ والا کی طرف چل نکلا۔

راستے میں ہم نے لوگوں کے وہ خیمے دیکھے جوانہوں نے دو چار پائیوں کو کھڑا کر کے اوپر کپڑا ڈال کر بنا رکھے تھے۔کسی نے اپنے گھر کے سامان کو رکھ کر اوپر سے ایک پلاسٹک لفافہ ڈال رکھا تھا ہم نے سوچا کہ چلو سیلاب کا اب خطرہ نہیں رہا لیکن اب بھی اگر تیز بارش شروع ہوجائے تو یہ ''خودساختہ'' کمزور خیمے کہاں کام دیتے ہیں؟؟؟اور یہ پھٹا پرانا پلاسٹک لفافہ کس کس چیز کو بچائے گا؟ یہ لوگ اللہ توّکل بیٹھے ہیں۔

اس بات کا صحیح اندازہ ہمیں اس وقت ہوا جب ہم نے ایک معمر شخص کا انٹرویو لیا جب اس سے ہمارے ساتھی نے پوچھا کہ اتنا لمبا عرصہ ہو چکا ہے سیلاب آئے، کیا آپ تک کوئی امداد پہنچی؟ تو اس نے رندھی آواز اور ڈبڈباتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ آسمان کی طرف منہ کیا اور کہا ''ہمارا اللہ ابھی بھی ہے وہ اپنی مخلوق پر ظلم نہیں کرتا۔''ہم نے اس شخص کے توّکل اور صبر کا یہ عالم دیکھا تو حیرت میں ڈوب گئے۔

ایک کچے گھر کا ملبہ دور سے ہمیں گویا یوں کہہ رہا تھا کہ مجھے دیکھو میں بھی کسی کی بے بسی کی تصویر ہوں۔جب احناف ٹرسٹ کی ٹیم وہاں پہنچی تو معلوم ہوا یہ پانچ یتیم بچوں کا گھر ہے جو سیلابی پانی سے مکمل طور پر تباہ ہو چکا ہے۔ہم نے بچوں کے سروں پر شفقت کا ہاتھ رکھا اور جتنا ہم ہوسکا ان سے نقدی تعاون کیا۔رقم دیتے ہوئے ہمارا ضمیر ہمیں جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کہہ رہا تھا:''جو کچھ بھی ہے سب ان کو دے دو۔''لیکن باہمی مشاورت میں یہی طے پایا تھا کہ دیگر خاندانوں میں بھی تقسیم کرنا ہے اس لیے..................

راستے میں ہم نے لوگوں کی اپنی مدد آپ کے تحت بنائی ہوئی کشتیاں بھی دیکھیں، لوہے کے خالی ڈرموں کو آپس میں باندھنے کے بعد ان پر ایک چارپائی ڈال کر کشتی بنائی گئی تھی۔ایک اور ننھے ملاح کو ہم نے لوہے کے ایک بڑے کڑاہ پر اکیلے ہی سیلابی پانی کا سفر کرتے ہوا دیکھا یہ وہ کڑاہ ہے جس میں گنے کے رس کو پکا کر گڑ بنایا جاتا ہے۔(ہم نے یہ منظر بھی کیمرے

کی آنکھ میں محفوظ کرلیا) جب اس کو بلند آواز سے پکار کر کہا: ''تم کدھر جا رہے ہو؟'' تو اس بچے نے جواب دیا کہ میں اپنے ملیر (ماموں کے بیٹے) کو لینے جا رہا ہوں۔

ہم نے اس ننھے ملاح کی جرأت و ہمت کو داد دی اور آگے روانہ ہو گئے۔ متاثرہ علاقوں کا دورہ کرتے ہوئے ہم لوگ ''پتن شاہ والا'' پہنچ گئے۔ ''پتن'' دریا کے اس کنارے کو کہتے جہاں سے کشتی کے ذریعے سفر کر کے دوسرے کنارے تک جایا جا سکے۔ ہم چاہتے تھے کہ دوسرے کنارے پر جائیں اور وہاں کے لوگوں کی صورت حال کا جائزہ لیں۔ لیکن دریا کے درمیان میں پہنچ کر پانی کی منہ زور موجوں نے کشتی کو مزید آگے جانے کی اجازت نہ دی۔ اس جگہ تقریباً دریا کا پاٹ پانچ سے چھ کلومیٹر چوڑا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی ہمیں واپس آنا پڑا۔

واپسی پر ہم بستی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ میں گئے وہاں مکمل طور پر شہید ایک مسجد اور مدرسہ کے ساتھ نقدی تعاون کیا۔ پس اسی دوران ہمیں فون پر اطلاع ملی کہ لاہور سے آنے والا امدادی سامان کا ٹرک جامع اہل السنۃ والجماعۃ فتح پور پہنچ چکا ہے۔

ہم کوٹ سلطان سے لیہ، لیہ سے چوک اعظم، چوک اعظم سے فتح پور پہنچے۔ امدادی سامان مدرسہ کے ایک بڑے ہال میں اتارا گیا جہاں امدادی سامان کی پیکنگ کی جائے گی اور اس کو متاثرہ لوگوں تک پہنچانے کا انتظام کیا جائے گا

باقی ایام میں احناف ٹرسٹ کے ساتھی کام کاج میں اتنے مصروف ہو چکے تھے کہ ان کے بقول ہمیں سیلاب بیتی لکھنے کا بھی وقت نہیں ملا۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو اخلاص کے ساتھ کام کرنے کی توفیق بخشے اور مصیبت زدہ بھائیوں اور بہنوں کی مشکلات ختم فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم

ام محمد رانا

ہماری مائیں

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

والد: سیدنا ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

والدہ: صفیہ بنت عاص

آپ مشہور صحابی رسول، کاتب وحی حضرت سیدنا امیر معاویہؓ کی بہن ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح پہلے عبیداللہ بن جحش سے ہوا تھا اور میاں بیوی دونوں اسلام قبول کر کے حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے مگر حبشہ جا کر عبیداللہ بن جحش نصرانی ہو گیا اور عیسائیوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے شراب کا رسیا بن گیا اور کچھ دنوں کے بعد وفات پا گیا ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے ایمان پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں اور ہر مشکل وقت کا بڑی جوانمری اور ہمت کے ساتھ مقابلہ کیا آپ پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے طرح طرح کی مشکلات کا سامنا آپ کو کرنا پڑا۔

آپ کے حالات کی اطلاع جب حضور اکرم ﷺ کو ہوئی تو قلب مبارک پر بے حد صدمہ ہوا اور آپ غمگین ہوئے۔ آپ نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی دل جوئی کے لیے حبشہ کی طرف روانہ کیا تاکہ وہاں جا کر وہ نجاشی بادشاہ سے کہیں کہ ''تم میرے وکیل بن کر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ میرا نکاح کر دو۔'' نجاشی بادشاہ نے اپنی لونڈی ابرہہ کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کا پیغام حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا جب یہ اطلاع حضرت ام المومنین سیدہ ام حبیبہؓ کو ہوئی تو آپ فرحت اور خوشی سے شادمان ہو گئیں چنانچہ آپ نے خوش ہو کر آنے والی قاصدہ ''ابرہہ'' کو انعام کے طور پر اپنا تن کا زیور اتار کر دے دیا۔

پھر اپنے ماموں زاد بھائی حضرت خالد رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنے نکاح کا وکیل بنا کر نجاشی بادشاہ کے پاس بھیج دیا اور انہوں نے مہاجرین وغیرہ کو جمع کر کے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا کا نکاح حضور سرور کائنات ﷺ کے ساتھ کر دیا اور اپنے پاس سے مہر بھی ادا کر دیا اور پورے اعزاز واکرام کے ساتھ حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالی عنہ کی معیت میں مدینہ منورہ حضور ﷺ کے پاس بھیج دیا اور سیدہ ام حبیبہ ؓ "ام المومنین" کا تاج سجا کر آپ ﷺ کے رشتہ زوجیت سے سرفراز ہوئیں۔

سخاوت وشجاعت، دین داری اور امانت ودیانت کے ساتھ آپ نے رسول اللہ ﷺ کا ہر مشکل وقت میں ساتھ نبھایا۔ ابوسفیان جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے مدینہ میں ان کے گھر آئے اور رسول اللہ ﷺ کے بستر مبارک پر بیٹھ گئے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا نے ذرا بھی باپ کی پرواہ نہیں کی اور باپ کو بستر سے یہ کہہ کر اٹھا دیا کہ میں ہرگز یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ ایک رسول پاک ﷺ کے مبارک بستر پر وہ شخص بیٹھ جائے جو ابھی تک اسلام نہیں لایا اور اس کا سینہ ایمان سے خالی ہے۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (Encyclopedia of islam) میں جو مقالہ جات حضرت ابوسفیان ؓ پر لکھے گئے ہیں:

ان میں سے ایک مضمون (W.Montgomery Watt) لکھتا ہے کہ "محمد ﷺ کی ابوسفیان ؓ کی بیٹی سے شادی نے ان کے دل میں جناب محمد ﷺ کے لیے نرم گوشہ ضرور پیدا کر دیا۔ جب جناب محمد ﷺ نے صلح حدیبیہ کے کچھ عرصہ بعد مکہ پر حملہ کیا تو ابوسفیان، حکم بن خرام کو ساتھ لے کر شہر سے باہر آئے اور آپ کی اطاعت تسلیم کر لی۔"

آپ بہت ہی دین دار اور پاکیزہ صفات کی حامل خاتون تھیں احادیث مبارکہ کا بڑا ذخیرہ آپ سے مروی ہے۔ ۴۴ھ کا زمانہ تھا جب مومنین کی ماں (امی جان) مدینہ منورہ میں راہی ملک بقا ہوئیں جنت البقیع میں آپ کو دفن کر دیا گیا اور آج بھی جنت کے مزے لی رہی ہیں۔

عرفانہ فانی، اٹک

بے آواز لاٹھی

ادا شاہ میر کے بابا کی کیسی طبعیت ہے۔ بھر جائی سلطانہ مجمع سے نکلتے دیکھ کر میری جانب لپکی۔ بس ادی رب سائیں سے دعا کرو دوادارو تو حکیم جی کر رہے ہیں میں نے چہرے پر جان بوجھ کر پریشانی والے آثار پیدا کر کے لہجے کو افسردہ کرتے ہوئے کہا۔ میری بات سنتے ہی بھرجائی کے چہرے پر زرد رنگ پھیل گیا اور اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

ماں کو روتا دیکھ کر صحن میں بیٹھ کر کنچے کھیلتا چھ سالہ شاہ میر دوڑا ہوا آیا اور کہنے لگا: ''اماں! تم کیوں روتی ہو؟ کچھ نہیں بیٹا میں تو نہیں رو رہی ہوں۔ اپنے آنچل کے پلو سے آنسو پونچھ کر بھرجائی ''رسولی'' کی جانب چلی گئی۔

☆☆☆

میں اپنا تعارف تو کرواتا چلوں۔ میرا نام خدا بخش ہے اور ادا میر شاہ میرا چچازاد اور میرا بچپن کا گہرا بیلی ہے ہم دونوں کی بچپن ہی سے دوستی بڑی مشہور ہے۔ نجانے اس بچپن کی دوستی میں دراڑیں حسد اور لالچ نے کب پیدا کیں؟ پتہ ہی نہیں چلا! لیکن یہ دراڑیں صرف میرے ہی دل میں تھیں ادا میر شاہ کا دل تو اسی طرح دوستی اور خلوص سے بھرا ہوا تھا۔

ادا میر شروع ہی سے ہر میداں میں مجھ سے آگے تھا۔ بچپن اور لڑکپن میں تو ان چیزوں کا احساس نہیں ہوتا لیکن جوانی کے دور میں مجھ میں حسد اور جلن نے سر اٹھانا شروع کیا۔ ادا میر کا باپ یعنی کہ میرا چچا کافی غریب تھا لیکن ادا میر نے جوان ہو کر انتھک محنت کرنا شروع کر دی تا کہ ان کی زمین سونا اُگلنے لگے۔ ہر دفعہ نئ فصل بیچنے کے بعد منافع کو فضول قسم کے عیش وعشرت میں لٹا کر وہ نئ زمین خرید لیتا۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ اپنے بہترین اخلاق کی بدولت چھوٹے، بڑے

اور بستی کے سب لوگوں میں ہر دلعزیز تھا۔ جب کہ اس کے برعکس میں بالکل الٹ تھا جوانی اور جائیدادوں کے نشے نے مجھے بڑا مغرور کر رکھا تھا۔ کھیتوں پر محنت کرنے سے تو میں جی چراتا البتہ شکار اور اس جیسے اور بھی میرزادوں والے بہت سے فضول مشغلے میں نے پال رکھے تھے۔ مجھ میں نفرت کی جڑیں اس وقت گہری ہوگئیں جب دریائے سندھ کے کنارے لگنے والے سالانہ میلے میں اس نے تیراکی مقابلے میں مجھے شکست دے دی۔ حسد سے میرا سینہ جلنے لگا۔

دوسری طرف ادا میر کی ترقی کی شرح بڑھتی ہی جارہی تھی اب تو اس کے کھیتوں کے لیے قسطوں پر ٹریکٹر بھی خرید لیا تھا اور اس کے باڑے میں کھڑے مویشیوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی تھی۔ متقی پرہیزگار ادا میر کو دیکھ کر میرے اندر کی جلن بڑھ جاتی مگر بظاہر میری اور اس کے دوستی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ مجھے میری حرکتوں سے روکتا مگر میں اسے ٹال دیتا۔

ادا میر شادی کر کے اپنے بچوں کے ساتھ خوشحال زندگی گزار رہا تھا کہ اس کے خوشیوں بھرے گھرانے کو کسی کی نظر لگ گئی۔ ادا میر بہت سخت بیمار ہوگیا پہلے تو قبیلے میں موجود حکیم جی سے علاج کروایا مگر ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' جب شہر والے ڈاکٹر کو جا کر چیک کروایا تو پتہ چلا کہ ادا میر کو خون کا کینسر ہو چکا ہے۔ ادا میر کا شہر سے علاج کروانے کے لیے میں ہی جاتا۔

بھرجائی سلطانہ دونوں ہاتھوں سے اپنے شوہر کی تندرستی کے لے جمع پونجی لٹا رہی تھی۔ میرے اندر کا شیطان بیدار ہوگیا اور میں دونوں ہاتھوں سے ادا میر کی حلال کی کمائی لوٹنے لگا۔ ادا میر شاہ کے علاج کے بہانے بڑی بڑی رقمیں بٹور کر میں اپنی جیب گرم کر رہا تھا۔

میرا شاطر ذہن بڑی تیزی سے منصوبے بنا کر ان پر عمل بھی کر رہا تھا اور ادا میر شاہ تشکر اور احسان کے بوجھ تلے دبا جارہا تھا ادا میر کا کوئی بھائی نہ تھا اور مجھے کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ ادا میر کی بیماری میں اس کے تمام مال و دولت پر میرا قبضہ ہو چکا تھا۔ مناسب علاج نہ ہونے کی وجہ سے ادا میر کا جانبر ہونا ناممکن دکھائی دے رہا تھا میرے منصوبے اپنے ہدف کو پورا کرنے والے تھے۔

ابھی میں سویرے سو کر ہی اٹھا کہ ادا میر کے گھر سے اس کی طبعیت بگڑنے کا پیغام آگیا

میں حکیم جی کو لے کر ادا میر کے گھر گیا جب میں کمرے سے نکلا اور بھرجائی کی امید کو توڑتے ہوئے میں ادا میر کے گھر سے نکل آیا۔

دن تین بجے ادا میر کے مرنے کی خبر آ گئی کچھ دن بعد جرگے نے فیصلہ سنایا کہ ادا میر کی بیوہ اور اس کے بچوں کی ذمہ داری میرے سپرد ہے کیونکہ ادا میر نے اپنے وصیت نامہ میں مرنے کے بعد اپنے بچوں اور مال کا نگران مجھے مقرر کیا تھا۔ میرے تمام منصوبے بالکل مکمل ہو گئے اور کسی کو شک بھی نہ ہوا۔ الٹا پوری بستی میں میری دوستی اور خلوص کی واہ واہ ہو گئی۔ مگر ادا میر کی بیوہ سلطانہ میرے کھیل کو سمجھ چکی تھی۔

اپنے گھر میں عدت مکمل کر کے وہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی: ''ادا خدا بخش! میں نے اپنے معاملہ کو بڑی عدالت میں پیش کر دیا میں تم پر کوئی دعویٰ نہیں کروں گی۔ میں اپنے بھائیوں کے پاس جا رہی ہوں ''کاشف میر'' کو اپنے ساتھ لے جا رہی ہوں اور ''شاہ میر'' کو تمہارے حوالے کیے جا رہی ہوں۔ میرے سائیں کا خواب اگر تم نے پورا کر دیا میرے بچے کو پڑھا لکھا دیا تو میں سارے ظلم معاف کر دوں گی۔ میرے پاس اتنا تو ہے کہ ''شاہ میر'' کا پیٹ بھر جائے مگر اس کو پڑھا لکھا کر بڑا آدمی بنا کر اس کے بابا سائیں کی خواہش پوری کرنے کے لیے اس کو تمہارے پاس چھوڑے جا رہی ہوں۔''

☆☆☆

شاہ میر میرے گھر میں میرے بچوں کے ساتھ پلنے لگا مگر یہ بات مجھے گوارا نہ تھی۔ شاہ میر جوان ہونے کے بعد اپنے حق کے لیے میرے سامنے آ کر کھڑا ہو سکتا تھا ظاہر ہے علم حاصل کر کے شعور آ جانے کے بدولت اس نے ایسا کرنا تھا اور میں ایسا ہرگز نہیں چاہتا تھا۔

اس لیے میرے برے سلوک کے باعث ایک مہینے کے بعد ہی ''شاہ میر'' اپنی ماں کے پاس چلا گیا۔ سننے میں آیا کہ ادی سلطانہ محنت مزدوری کر کے دونوں بچوں کا پیٹ پالنے لگی اس کے بھائی خود بہت غریب تھے۔ ادی سلطانہ نے شاہ میر کو سکول سے اٹھوا کر مسجد میں قرآن پاک حفظ کرنے کے لیے ڈال دیا۔

جس دن میں نے شاہ میر کو اپنے گھر سے نکالا تھا اس دن میں میری بیوی نجمہ مجھ سے بہت لڑی اور مجھ سے کہا مولا سائیں کے قہر سے ڈر! خدا طش تو تو فرعون بنا بیٹھا ہے اگر تیرے کرتوتوں کا گاؤں والوں کو پتہ چل گیا تو تیرا کیا حشر ہوگا؟ ادے کسی کو کیا پتا چلے گا میں نے بھی کچی گولیاں نہیں کھیلیں۔ ادی سلطانہ کا میکہ اتنا مضبوط نہیں کہ وہ کچھ کارروائی کر سکیں اور رہے ادا میر کے بچے تو بڑے والا تو بچپن سے ہی ''جھلا'' ہے اور اس کا ٹھیک ہونے کا امکان نہیں۔ اور شاہ میر کو ادی سلطانہ نے مسجد میں ڈال دیا ہے زیادہ سے زیادہ وہ قرآن حفظ کر کے امام مسجد لگ جائے گا۔ ساری زندگی وہ کبھی اتنا با آثر ہو سکے گا کہ میرے مقابل آئے؟؟؟

ٹھیک ہے تیرے منصوبے بڑے ہی پکے کیوں نہ ہو۔ پر اتنا یاد رکھ کہ ''رب سائیں کی لاٹھی بے آواز ہے'' اور میری بات سن لے کہ میں نے تیرے مال سے کچھ نہیں کھانا میں یتیموں کا مال کھا کر اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن نہیں بنا سکتی۔ میرے پاس اتنا رب کا دیا ہے کہ میں روٹی چٹنی کے ساتھ اپنی زندگی کے دن پورے کرلوں۔ اس کے بعد میری بیوی نے میکہ سے ملنے والی وراثت سے اپنا خرچ پورا کیا میرے سے ایک دمڑی بھی خرچ نہ کی اپنی بیوی کے واضح الفاظ میں بھی سمجھانے کے بعد آنکھوں سے لالچ کی پٹی نہ ہٹی اور میں گناہوں کے دلدل میں ہی اترتا چلا گیا

میرے بیٹے بھی فطرت کے لحاظ سے مجھ پر ہی گئے تھے۔ میں نے تو ان کے لیے ہی یہ سب کچھ کیا تھا کہ وہ مشکل میں نہ پڑیں مگر انہوں نے غلط رستے ہی چنے۔ ادا میر کی زمینیں سونا اگل رہی تھیں مگر اس کے اصلی وارث بے یارو مددگار تھے اور ہم عیش کر رہے تھے۔ وقت گزرتا گیا اللہ سائیں نے اپنی رسی کو کھینچنا شروع کیا میری لاڈی بیٹی ''مہر جان'' کے سسرال والے حد سے زیادہ لالچی اور ظالم نکلے اپنی بیٹی میں میری جان تھی اس کا دکھ میٹھے روگ کی طرح لگ گیا میں اب بوڑھا ہو رہا تھا میرے ہاتھوں میں اتنی سکت نہ تھی کہ اتنی زیادہ محنت کر سکوں۔

میرا بڑا بیٹا غلام بخش برے دوستوں کی صحبت کے باعث قتل کے الزام میں گرفتار ہو گیا اسے پھانسی کی سزا ہونا تھی مقدمے اور پیشیاں بھگت بھگت کر میں آدھا بھی نہ رہا۔ پانی کی طرح

پیسا بھی بہایا آخر کار اسے عمر قید کی سزا ہوگئی۔عدالتوں کے چکر میں میرا بال بال مقروض ہوگیا اچانک قدرت کی طرف سے ایسا وار ہوا کہ میں بوکھلا گیا۔

رسول بخش جو کہ غلام بخش سے چھوٹا تھا ایک دن گھر آیا اور کہنے لگا: ''بابا سائیں! میری امانت سنبھال کر رکھنا میں کچھ سامان گھر میں چھوڑنے جا رہا ہوں۔'' میں نے گھر میں جا کر یہ دیکھنے کی زحمت نہیں کہ وہ کیا رکھ کر جا رہا ہے اس کے جانے کے تین گھنٹے بعد پولیس نے چھاپہ مار کر میرے گھر سے اسلحہ اور منشیات سمیت مجھے اور ''رسول بخش'' کو گرفتار کرلیا۔جیل میں خبر آئی کہ میری بیوی ''نجمہ'' جو کہ ایک نیک عورت تھی اپنے بھتیجے کی ساتھ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے گئی ہوئی تھی وہیں زائرین کی بس الٹ جانے کے باعث شہید ہوگئی۔

☆☆☆

میری ضمانت منظور نہیں ہورہی تھی۔مگر آج ایس، ایس، پی ''شاہ میر'' نے میری ضمانت منظور کروائی۔آپ حیران نہ ہوں ادا میر شاہ کا بیٹا ''شاہ میر'' جس کے متعلق میرا خیال تھا کہ وہ کبھی میرے مقابل آہی نہیں سکے گا وہی مجھ سے بہت آگے کھڑا تھا دنیا میں بھی اور دین میں بھی۔شاہ میر کو حفظ کے دوران مسجد میں آنے والی تبلیغی جماعت کی ساتھ آنے والے کوئی صاحب ثروت عالم اپنے ساتھ لے آئے اور اسے دینی اور دنیاوی دونوں قسم کے علوم سے آراستہ کیا اور سی، ایس، ایس کا امتحان پاس کر کے ''شاہ میر'' آج حافظ قرآن ایس، ایس، پی بنا میرے سامنے کھڑا تھا۔ادی سلطانہ اور شاہ میر نے تو مجھے معاف کردیا ہے۔

لیکن میں خود کو اپنے ہاتھوں سے لگائی جانے والی آگ میں پھینک رہا ہوں غلام بخش پہلے ہی جیل کاٹ رہا ہے اور رسول بخش پر صرف منشیات اور غیر قانونی اسلحہ کے ہی الزام نہیں بلکہ قتل کے بھی الزام تھے۔اس لیے اس کو پھانسی کی سزا ہوگئی اور قبیلہ والوں نے میرے جرموں کے بدلے میں مجھ سے معاشرتی بائیکاٹ کردیا ہے۔میں تنہا اپنی زندگی کے دن پورے کر رہا ہوں۔

واقعی ''اللہ سائیں کی لاٹھی بے آواز ہے۔''

اس ماہ کا سبق

والدین کے حقوق

والدین کے بڑے حقوق ہیں اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں کئی جگہ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم فرمایا ہے اور پندرھویں پارے میں فرمایا: ’’ماں باپ کو اف بھی نہ کہو، نہ ان کو جھڑکو، ان سے تعظیم کے ساتھ بات کرو اور ان کے آگے عاجزی کا بازو رحمت کے ساتھ جھکائے رکھو۔ ان کے لیے یوں دعا کرو کہ اے میرے رب! میرے ماں باپ پر رحم فرما! جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔‘‘ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بڑے گناہ یہ ہیں: ۱: کسی کو خدا کے ساتھ شریک کرنا۔ ۲: ماں باپ کو ستانا۔ ۳: ناحق کسی کو قتل کرنا۔ ۴: جھوٹی قسم کھانا۔

ایک صاحب نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! والدین کا اولاد پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’وہ تیری جنت اور دوزخ ہیں (یعنی چاہے تو ان کی خدمت کر کے اور ان کو خوش رکھ کر جنت میں چلا جا! چاہے ان کی نافرمانی کر کے دوزخ میں چلا جا۔‘‘

آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی والدین کی رضامندی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جو کوئی اپنے والدین کی طرف ایک مرتبہ رحمت کی نظر سے دیکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر نظر کے بدلے ایک مقبول حج لکھ دیں گے۔ صحابہ نے پوچھا کہ اگر کوئی سو مرتبہ روزانہ رحمت کی نظر سے دیکھے تب بھی یہی اجر ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا (اس میں کیا شک ہے) اللہ بہت بڑا اور ہر عیب سے پاک ہے لہٰذا تم والدین کی خدمت بڑی خوشی سے کرو، ان کی سختی کو برداشت کرو، ان کا کہا مانو۔ ہاں اگر شرع کے خلاف کوئی حکم دیں تو اس وقت اللہ کے حکم پر چلو، ان کی فرمانبرداری نہ کرو۔

پطرس بخاری

رونا رلانا

ایک امریکن ادبی نقاد ایک مقام پر لکھتا ہے کہ ''ہر مرد ایک ہنسوڑا جانور ہے اور عورت ایک ایسا حیوان ہے جو اکثر رونی شکل بنائے رہتا ہے۔''

مصنف کی خوش طبعی نے اس فقرے میں مبالغے اور تلخی کی آمیزش پیدا کردی ہے اور چونکہ وہ خود مرد ہے اس لیے شاید عورتوں کو اس سے کُلی اتفاق بھی نہ ہو لیکن بہرحال موضوع ایسا ہے جس پر بہت کچھ کہا جاسکتا ہے۔

میرے ایک دوست کا مشاہدہ ہے کہ عورتوں کی باہمی گفتگو یا خط و کتابت میں موت یا بیماری کی خبروں کا عنصر زیادہ ہوتا ہے نہ صرف یہ بلکہ ایسے واقعات کے بیان کرنے میں عورتیں غیر معمولی تفصیل اور رقت انگیزی سے کام لیتی ہیں۔ گویا ناگوار باتوں کو ناگوار ترین پیرائے میں بیان کرنا ان کا نہایت پسندیدہ شغل ہے ان سے وہ کبھی سیر نہیں ہوتیں۔ ایک ہی موت کی خبر کے لیے اپنی شناساؤں میں سے زیادہ سے زیادہ سامعین کی تعداد ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالتی ہیں۔ ایسی خبر جب بھی نئے سرے سے سنانا شروع کرتی ہیں ایک نہ ایک تفصیل کا اضافہ کردیتی ہیں اور ہر بار نئے سرے سے آنسو بہاتی ہیں اور پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ موت یا بیماری کسی قریبی عزیز کی ہو۔ کوئی پڑوسی ہو، ملازم ہو، ملازم کے ننھیال یا سہیلی کے سسرال کا واقعہ ہو، گلی میں روزمرہ آنے جانے والے کسی خوانچہ والے کا بچہ بیمار ہو، کوئی اڑتی اڑاتی خبر ہو کوئی افواہ ہو، غرضیکہ اس ہمدردی کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ ''سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے۔''

نہ صرف یہ بلکہ رقت انگیز کہانیوں کے پڑھنے کا شوق عورتوں کو بہت زیادہ ہوتا ہے اور اس بارے میں سبھی اقوام کا ایک ہی سا حال ہے۔ غیر ممالک میں بھی رُلانے والی کہانیاں ہمیشہ

نچلے طبقہ کی عورتوں میں بہت مقبول ہوتی ہے۔ گھٹیا درجے کے غم نگار مصنفین کو اپنی کتابوں کی قیمت اکثر عورتوں کی جیب سے وصول ہوتی ہے۔ وہ بھی عورتوں کی فطرت کو سمجھتے ہیں۔ کہانی کیسی ہی ہو اگر اس کا ہر صفحہ غم والم کی ایک تصویر ہے تو اس کی اشاعت یقینی ہے اور عورتوں کی آنکھوں سے آنسو نکلوانے کے لیے ایسے مصنفین طرح طرح کی ترکیبیں کرتے ہیں۔ کبھی ایک پھول سے بچے کو سات آٹھ سال کی عمر میں ہی مار دیتے ہیں اور بستر مرگ پر توتلی باتیں کرواتے ہیں۔ کبھی کسی یتیم کو رات کے بارہ بجے سردی کے موسم میں کسی چوک میں بھوکا اور ننگا کھڑا کر دیتے ہیں اور بھی رقت دلانی ہو تو اسے ''سید'' بنا دیتے ہیں۔ یہ بھی کافی نہ ہو تو اسے بھیک مانگتا ہوا دکھا دیتے ہیں کہ ''میری بوڑھی ماں مر رہی ہے۔ دوا کے لیے پیسے نہیں، خدا کے نام پر کچھ دیتے جاؤ'' کبھی کسی سگھڑ خوبصورت نیک طینت لڑکی کو چڑیل سی ساس کے حوالے کرا دیا، یا کسی بدقماش خاوند کے سپرد کر دیا اور کچھ بس نہ چلا تو سوتیلی ماں کی گود میں ڈال دیا اور وہاں دل کی بھڑاس نکال لی۔ پڑھنے والی ہیں کہ زار و قطار رو رہی ہیں اور بار بار پڑھتی ہیں اور بار بار روتی ہیں۔

خود عورتوں کی تصنیفات اکثر ہچکیوں میں لپٹی ہوئی اور آنسوؤں میں لتھڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ پاکستان میں جو کتابیں عورتوں نے لکھیں۔ اکثر میں نزع، بیماری، دق سل، خودکشی، زہر، ظلم وتشدد ایک نہ ایک چیز کا سماں باندھ دینا گویا فرض جانا۔ ہاں کوئی کروشیا یا کھانا پکانے کی کتاب ہو تو اور بات ہے۔ آخر یہ مصیبت کیا ہے؟ یہ بات بات پر صف ماتم بچھ جانا کیا معنی؟ بار بار سوچتا ہوں کہ آخر امریکن نقاد نے کیا غلط کیا؟ جل کے کہا سہی لیکن بری بات کیا کہی؟

کسی گھر میں موت واقع ہو جائے تو زنانے اور مردانے کا مقابلہ کیجئے۔ مردوں کا ماتم تو صاف دکھائی دیتا ہے۔ بیچارے گھر کے باہر بیٹھے ہیں۔ سر نیچا کئے چپ چاپ اانکھیں کچھ سرخ ہیں۔ کبھی کبھی آنسو بھی ٹپک پڑتے ہیں یا کسی نہ کسی انتظام میں مصروف ہیں چہرے پر تھکن اور اداسی سی ہے اور قدم ذرا آہستہ آہستہ اٹھتے ہیں اور زنانے کا ماتم تو دور دور سے موت کے گھر کا پتہ دیتا ہے اور جب کوئی نئی فلاں بی بی ڈولی سے اتر کر اندر جاتی ہے تو ماتم کی بھنبھناہٹ میں از سر نو لہر

اٹھتی ہے جیسے یک لخت کوئی ہوائی جہاز پر سے گر پڑے۔ مرد تو دوسرے تیسرے دن کام میں مشغول ہو جاتے ہیں لیکن عورتوں کے ہاں مہینہ بھر کو ایک کلب قائم ہو جاتی ہے۔ گلوریوں پر گلوریاں کھائی جاتی ہیں اور چیخوں پر چیخیں ماری جاتی ہیں۔

کہیں بیمار پرسی کو جاتی ہیں تو بیمار میں وہ دو بیماریاں نکال کے آتی ہیں جو ڈاکٹر کے وہم وگمان میں نہ تھیں۔ جتنی دیر سرہانے بیٹھی رہیں بیمار کی ہر کروٹ پر ہاتھ ملتی ہیں۔ بے چارہ کہیں گلا صاف کرنے کو بھی کھانسے تو یہ "سورہ یٰس" تک پڑھ جاتی ہیں رنگ کی زردی، بدن کی کمزوری، سانس کی بے قاعدگی، ہونٹوں کی خشکی ہر بات کی طرف توجہ دلاتی ہیں۔ حتیٰ کہ بیمار کو بھی اپنی یہ خطرناک حالت دیکھ کر چار و ناچار منحنی آواز میں بولنا پڑتا ہے۔ جوں جوں بیمار پرس عورتوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے موت قریب آتی جاتی ہے اور مجھے یقین ہے کہ بعض عورتوں کو مریض کے بچ جانے پر صدمہ ہوتا ہوگا کہ اتنی تو بیمار پرسی کی اور نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا۔

عورتیں نہ صرف دوسروں کے غم میں مزے لے لے کر روتی ہیں بلکہ دوسروں کی اشک باری کے لیے خود بھی سامان مہیا کرنے میں کوتاہی نہیں کرتیں۔ ایک پرانے زمانہ کے بزرگ اپنی اہلیہ کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ ہماری گھر والی بھی اپنا جواب نہ رکھتیں کہ کوئی پڑوسن آ کے کہہ دے کہ "اے بوا! ماشاءاللہ آج تو تمہارے چہرے پر رونق برس رہی ہے تو جھنجھلا کر بول اٹھتی ہیں کہتی: "رے دیدوں میں خاک میں تو مری جاتی ہو اور میرا برا چاہنے والوں کو ابھی میں ہٹی کٹی نظر آتی ہوں اور کوئی آ کے کہہ دے کہ اے ہے بیٹی تجھے کیا ہو گیا تو تو دن بدن گھلتی جاتی ہے نہ جانے تجھے کیا غم کھا گیا؟ تو ایسی پڑوسن کو فوراً خالہ کا لقب مل جاتا تھا۔ بڑی خاطر تواضع ہوتی تھی۔ گھر کا کام کاج چھوڑ کر شام تک ان کو اپنے دُکھڑے سنائے جاتے تھے اور چلتے وقت وہ پانچ روپے قرض بھی لے جایا کرتی تھیں جن کی ادائیگی کے لیے کبھی تقاضا نہ کیا جاتا تھا۔

اپنے اوپر رحم دلانے کا مرض جس کسی میں پایا جائے۔ بہت ذلیل مرض ہے لیکن عورتوں میں یہ اس قدر عام ہے کہ خوش حال گھرانے کی بہو بیٹیاں بھی گفتگو میں چاشنی پیدا کرنے

کیلیے کوئی نہ کوئی دکھ وضع کر لیتی ہیں اور موقع بہ موقع سنا کر داد لیتی ہیں۔

اس تحریر سے میرا مطلب ان بہنوں کا مذاق اڑانا ہرگز نہیں جو جو فی الواقع غمگین یا مصیبت زدہ ہیں۔ ان کی ہنسی اڑانا پرلے درجے کی شقاوت ہے جو خدا مجھے نصیب نہ کرے۔ کسی کا غم ایسی بات نہیں جو دوسرے کی خوش طبعی کا موضوع بنے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ زندگی کا بہت سا دکھ ضبط و تحمل اور خندہ پیشانی سے دور ہو سکتا ہے کسی مصیبت زدہ شخص کے ساتھ سب سے بڑی ہمدردی یہ ہے کہ اس کا غم غلط کرایا جائے کسی بیمار کی سب سے بڑی تیمارداری یہ ہے کہ اس کی طبعیت کو شگفتہ کرنے کا سامان پیدا کیا جائے۔ غم کو برداشت کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کو ضبط کرنے کی کوشش کی جائے۔ مہذب شخص کی یہی پہچان ہے اپنے دکھ کے قصے کو بار بار دہرا کر دوسرے شخص کو متاثر کرنے کی کوشش کرنا گویا اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے خود بھی ہنسو اوروں کو بھی ہنساؤ۔ دنیا میں غم کافی سے زیادہ ہے اس کو کم کرنے کی کوشش کرو۔ ہنسنا اور خوش رہنا دماغ اور جسم کی صحت کی نشانی ہے۔ غم نگار مصنفین کو میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ وہ شخص انمول ہے جو اپنی تحریر سے ہزارہا لوگوں کو خوش کر دیتا ہے اور وہ شخص خدا کے سامنے جواب دہ ہوگا جو اپنے زورِ قلم سے ہزارہا جوان، معصوم، خوش مزاج عورتوں اور مردوں کو رلاتا ہے اور رلاتا بھی اس طرح ہے کہ نہ اس سے تزکیہ نفس ہوتا ہے نہ کوئی دل میں اُمنگ پیدا ہوتی ہے اور ہزار قابل افسوس ہے وہ شخص جو یہ سب کچھ کر کے بھی اپنی انشا پردازی پر ناز کرتا ہے۔

سنہرے اقوال

☆ کوئی گناہ لذت کے لیے مت کرنا کیونکہ لذت ختم ہو جاتی ہے اور گناہ باقی رہ جاتا ہے۔

☆ کوئی نیکی تکلیف کے لیے مت چھوڑنا کیونکہ تکلیف ختم ہو جاتی ہے اور نیکی رہ جاتی ہے۔

☆ انسان کی عزت کرو اور اس سے محبت کرو،

(آمینہ کنول، نارووال)

افسری

ظہیر احمد صدیقی

ایک روز مجلس جمی ہوئی تھی ایک افسر کے بیٹے شاہ جی کے پاس آئے اور کہنے لگے: ''میں نے مقابلے کا امتحان پاس کرلیا ہے ایک اچھا افسر بننے کے سلسلے میں آپ کے گرانقدر مشوروں سے فیض یاب ہونا چاہتا ہوں۔'' فرمایا: ''ہاں! یاں افسر بننا ہے تو پکے افسر بنو یعنی گردن اکڑی ہوئی ہو، آنکھوں میں قہر کے آثار ہوں، چہرے پر رعب نمودار ہو اور دبدبہ ایسا ہو کہ جدھر سے گزرو تہلکہ مچ جائے۔ ایک نظر میں گویا کشتوں کے پشتے لگ جائیں۔

این را بتغافل کشی آن را بنگاهی

کی مکمل تصویر بن کر گزرو اور ہاں ماتحتوں کو کبھی سلام مت کرنا، نہ ان کے سلام کا جواب نہ دینا کہ اس سے ان کی عادتیں بگڑ جاتی ہیں نکمے منہ لگ جاتے ہیں، ماتحتوں کو کیڑوں مکوڑوں سے زیادہ اہمیت نہ دینا۔ ہاں اپنے افسروں کو جب بھی ملو تو جھک کر سلام کرو کہ افسر کی نظر میں سب سے پیاری چیز عاجزی اور انکساری یا خوشامد ہے اور پھر خوشامد یہی نہیں کہ افسر کی کرو بلکہ اس کے گھر والوں اور بچوں کی خوشامد اور تعریف زیادہ کرنی چاہیے کہ گھر والوں اور بچوں کی خوشامد اور تعریف کا اثر افسر پر جلد اور گہرا ہوتا ہے۔ نہ جانے تمہیں معلوم ہے کہ نہیں، افسران بالا باہر تو بڑے رعب و دبدبہ والے نظر آتے ہیں لیکن گھر کے اندر اکثر و بیشتر افسران ڈرے ہوئے اور دبکے ہوئے رہتے ہیں ایک بار اتفاق سے ایک بہت بڑے افسر کے گھر پر میرا جانا ہوا، میں جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ افسر صاحب بجلی والوں کی منتیں کر رہے ہیں کہ تم اس وقت چلے جاؤ پھر کسی وقت بجلی ٹھیک کرنے آنا۔ بیگم صاحبہ سوئی ہوئی ہیں، تمہاری ٹھک ٹھک سے اگر ان کی آنکھ کھل گئی تو قیامت آجائے گی۔ دفتر میں ان کے جاہ و جلال کے مقابلے میں گھر میں ان کی یہ بیچارگی میرے لیے

باعث حیرت بھی تھی اور باعث عبرت بھی۔

افسر کے بیٹے نے کہا کہ شاہ جی افسر کے گھر والوں کی تعریف اور خوشامد کرنا کیا ذرا مشکل کام نہیں؟ فرمایا: ''سرکار اور دربار میں کامیابی کیلیے خوشامد، جھوٹ اور منافقت درکار ہیں اگر کسی کے پاس یہ چیزیں نہیں ہیں تو وہ گھر کا راستہ لے اور دوسروں کے لیے جو سرکار، دربار کے قابل ہیں، راستہ چھوڑ دے۔ یاد رکھو! افسر غلط بات بھی کہے تو اسے درست ہی کہو، دن کو رات کہے تو تم بھی رات ہی کہو، ہر وقت اس کی ہاں میں ہاں ملاتے رہو، غلطی ہر چند افسر کی ہو لیکن یہ کہو کہ حضور فیض گنجور غلطی تو اس خانہ زاد غلام کی ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک بار سلطان محمود نے اپنے ملازمین کی وفاداری کو پرکھنے کی خاطر ''ایاز'' اور دوسرے ملازمین و مصاحبین کو حکم دیا کہ دربار میں رکھے ہوئے قیمتی ظروف توڑ دو۔ سب نے حکم کی تعمیل کی۔

سلطان نے دوسرے مصاحبین و ملازمین سے پوچھا کہ تم نے اتنے نایاب ظروف کیوں توڑ دیے، میں نے غصے میں حکم دیا تھا، تمہیں تو کچھ سوچنا چاہیے تھا۔ انہوں نے کہا حضور ہی کا حکم دیا تھا، ہم نے تو حضور کے حکم کی تعمیل کی، ایاز سے بھی یہی پوچھا، اس نے دست بستہ عرض کی کہ ''حضور غلام سے خطا ہوگئی معاف فرما دیجیے۔'' سلطان محمود دوسرے ملازمین سے ناراض ہوا اور ایاز سے بہت خوش ہوا اور اسے انعام و اکرام سے نوازا۔

ایاز کا رویہ ماتحتوں کے لیے یہ سنہری اصول وضع کرتا ہے کہ ہمیشہ خود کو خطا کا پتلا اور حاکم یا افسر کو معصوم عن الخطاء سمجھنا چاہیے۔ ایک بات یہ بھی یاد رکھو افسر کے سامنے اپنی کسی خوبی کا ذکر کبھی نہ کرنا کیونکہ افسر حضرات اس بات سے بڑے چڑتے ہیں اگر کبھی کبھار اتفاق سے یا کسی قرینے سے تمہاری کسی خوبی کا ذکر آ بھی جائے تو اس سے کنی کاٹ جاؤ، اس بات کا رخ پھیر دو۔ ہاں! اگر کہوں تو یہ کہوں کہ خوبی نظر آتی ہے وہ تو صرف حضور کا حسن نظر ہے یا حسن ظن ہے ورنہ یہ بندہ حقیر تو نالائق ترین انسان ہے۔ اس بندہ بے دام میں اگر کوئی خوبی ہے تو صرف وفاداری بشرط استواری ہے۔ میاں اگر ہماری نصیحت پر عمل نہیں کرو گے تو بھگتو گے۔ زمانے نے تو ابو ریحان

بیرون جیسے عالم کو بھی معاف نہیں کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک روز محمود غزنوی اپنے باغ ''ہزار درخت'' میں محل کے ایک بالا خانے پر بیٹھے ہوئے تھے اس بالا خانے کے چار دروازے تھے جو چار راستوں پر کھلتے تھے۔

محمود غزنوی کے حضور میں وقت کے بہت بڑے عالم ابوریحان بیرونی بھی موجود تھے ''بیرونی'' نے اتفاق سے علم نجوم میں اپنی مہارت کا ذکر کر دیا۔ سلطان نے ''بیرونی'' سے کہا کہ تم علم نجوم سے حساب لگا کر ایک کاغذ پر لکھو کہ میں اس بالا خانے کے چار دروازوں میں سے کس دروازے سے باہر جاؤں گا اور اس کاغذ کو مجھے دے دو، میں یہ کاغذ اپنی مسند کے نیچے رکھ لوں گا پھر میں باہر جاؤں گا تاکہ میں دیکھوں کہ علم نجوم میں مہارت کے بارے میں تمہارے دعویٰ درست ہے یا نہیں؟ چنانچہ ''بیرونی'' نے حساب لگا کر کاغذ پر لکھ دیا، سلطان نے حکم دیا کہ بالا خانے کی مشرقی دیوار میں ایک نیا پانچواں دروازہ بنایا جائے حکم کی فوراً تعمیل کی گئی۔ سلطان پانچویں دروازے سے باہر گئے سلطان نے کاغذ منگوایا تو اس پر لکھا تھا کہ ان موجودہ چار درازوں میں سے سلطان کسی ایک سے بھی باہر نہیں جائیں گے بلکہ مشرقی دیوار میں ایک نیا دروزاہ بنایا جائے گا جس سے سلطان باہر جائیں گے۔

سلطان محمود یہ پڑھ کر سخت ناراض ہوئے اس بات سے اس کی اَنا کو سخت ٹھیس پہنچی۔ حکم دیا بیرونی کو بالا خانے سے نیچے پھینک دیا جائے ایسا ہی کیا گیا اتفاق سے نیچے صحن میں جال بندھا ہوا تھا۔ بیرونی جال پر گرے کوئی زخم تک نہیں آیا صحیح سلامت رہے۔ محمود نے حکم دیا کہ ''بیرونی'' کو ہمارے حضور میں پیش کیا جائے۔ بیرونی کو سلطان کے حضور میں پیش کیا گیا۔ پوچھا: ''اے ابو ریحان! کیا تمہیں اس بات کا علم تھا کہ تمہیں آج بالا خانے سے زمین پر پھینک دیا جائے گا؟ کہا: '' جی ہاں! حضور مجھے علم تھا اپنے غلام سے اس روز روز نامچہ منگوایا ارو کہا دیکھیے اس میں لکھا ہوا ہے کہ مجھے آج کسی بلند جگہ سے زمین پر پھینکا جائے گا لیکن مجھے کوئی چوٹ نہیں آئے گی، بالکل سلامت رہوں گا۔''

سلطان محمود کی اَنا اور زیادہ مجروح ہوئی، اس کا غصہ اس بات پر اور بھی بڑھ گیا، حکم دیا کہ ''بیرونی کو قلعہ میں قید کر دیا جائے۔'' اور فرمایا کہ ''بیرونی سے کہہ دو! کہ ہمارے سامنے اپنی عالمانہ فضیلت کی بجائے ہماری حاکمانہ فوقیت کو نظر میں رکھا کرے اور ہمارے حضور میں اپنی مہارت علمی کے مطابق بات کرنے کے بجائے ہماری مرضی اور ہمارے مزاج کے مطابق بات کیا کرے۔''

افسر بھی ایک چھوٹا سا سلطان یا بادشاہ ہی ہوتا ہے اس لیے اس کے سامنے بھی ان تجربات کی روشنی میں محتاج رہنا بہتر ہے اپنی کسی خوبی کا ذکر نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بھی یاد رکھو! کہ افسر کو کم بولنا چاہیے۔ جو افسر زیادہ بولتا ہے وہ کچھ اچھا نہیں کرتا۔ زیادہ بولنے سے رعب کم ہو جاتا ہے اور اپنی لیاقت کے پول کھلنے کا اندیشہ ہوتا ہے، ایک آدھ بات مختصر اشارے سے کی اور بس ہم نے سعید کی گلستان میں پڑھا تھا۔

پادشاھی بہ کشتن اسیری اشارت کرد

یعنی ایک بادشاہ نے ایک قیدی کو قتل کرنے کا اشارہ کیا، ہم نے اپنے استاد محترم سے پوچھا، ''میاں جی! کیا بادشاہ گونگا تھا کہ اس نے اشارے سے کہا''؟ میاں جی نے کہا: ''نہیں میاں! یہ بادشاہوں کی شان ہوتی ہے کہ وہ اشاروں سے حکم دیتے ہیں۔ جلال و سطوت شاہی کا تقاضا یہ ہے کہ زبان سے کم سے کم بولا جائے اور اشاروں سے زیادہ تر حکم دیا جائے۔ ایسے ہی تو نہیں کہتے کہ فلاں کے اشارے پر دنیا ناچتی ہے۔

افسر بھی تو بادشاہ ہوتے ہیں ایک اچھے افسر کی بھی یہی شان ہے کہ صرف اس کے اشارے پر لوگوں کی زندگیاں بنیں اور بگڑیں بلکہ زندگی اور موت کے فیصلے ہوں۔ ایک بات یہ بھی یاد رکھو کہ ماتحتوں کی کبھی تعریف نہ کرنا کیونکہ تعریف سے یہ بدتمیز بگڑ جاتے ہیں۔ ہاں ایک بار اگر شاباش بھولے سے بھی دی تو اگلی بار ضرور گھور لیا کرو بلکہ زیادہ گھورا ہی کرو اور کبھی کبھی گرجا بھی کرو تاکہ تمہارا دبدبہ بھی، خوف بھی ماتحت کے دل میں گھر کر جائے۔ یاد رکھو! ماتحت پر اگر تم حاوی

نہ ہوئے تو وہ تم پر حاوی ہو جائے گا۔ جو افسر ماتحتوں کو مرعوب نہیں کر سکتا وہ خود ہی مرعوب ہو جاتا ہے۔ لڑکے نے شاہ جی کی طرف تحسین آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا کہ انکل! واقعی آپ تو بڑی گُر کی باتیں بتا رہے ہیں۔ شاہ جی بولے ہاں ہم تمہیں ایسے ہی تو نہیں یہ گُر بتا رہے ہم نے بڑے افسر دیکھے ہیں۔

اور ہاں بیٹا! ماتحت جو کام کر کے لائے اس میں کیڑے ضرور نکالو ورنہ تمہاری افسرانہ برتری خطرے میں پڑ جائے گی، اگر کوئی ماتحت خواہ وہ کتنا ہی بڑا افسر ہو اور کتنا ہی اچھا کام کرنے والا ذمہ دار اعتماد اور دیانتدار ہو اور کتنے ہی اہم امور سرانجام دیتا ہو اسے اپنی اہمیت کا احساس نہ ہونے دو بلکہ اسے احساس کمتری میں مبتلا رکھو، اسے احساس دلاتے رہو کہ اس کا وجود حکومت، دفتر یا ادارے کیلیے بے حد غیر اہم اور غیر ضروری ہے اس کے ماتحت افسروں کو اہمیت دو۔ ان کی تعریف بھی کرو جس طرح چانکیہ نے کہا تھا کہ بادشاہ کو چاہیے کہ اپنے پڑوسی کے پڑوسی سے دوستی رکھے، تقریباً اسی اصول کے تحت اپنے ماتحت کے ماتحت افسروں کی ہمت افزائی کرنی چاہیے۔

مجھے یاد ہے کہ ہمارے دفتر میں ایک صاحب بہت کام کرنے والے، بڑے مستعد، نیک اور ذمہ دار تھے اور اہم امور نہایت خوبی سے سرانجام دیتے تھے لیکن ہمارا بڑا افسر ہمیشہ ان صاحب سے بڑی بے اعتنائی سے ملتا تھا دفتری میٹنگوں میں اکثر ان کی بات کاٹ دی جاتی تھی اور ان کے ماتحتوں کی ہمت افزائی کی جاتی تھی ایک روز بڑے صاحب کچھ اچھے موڈ میں تھے دفتری امور کے رموز پر مجھ سے گفتگو فرما رہے تھے بلکہ گوہر بکھیر رہے تھے میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھ لیا کہ ''جناب والا! فلاں صاحب کے ساتھ آپ کا سلوک کیوں اچھا نہیں؟ ویسے تو وہ بہت محنتی، دیانت دار اور ذمہ دار افسر ہیں اور سارے اہم امور بطریق احسن انجام دیتے ہیں۔'' فرمایا: ''کہ اچھے ایڈمنسٹریشن کا یہ بھی ایک اصول ہے کہ ایسے اہم اور اچھے کارکنوں کو اپنی اہمیت اور اچھائی کا احساس نہ ہونے دیا جائے ورنہ یہ لوگ بگڑ جاتے ہیں ان کا دماغ خراب ہو جاتا ہے۔

اسی لیے کوئی ماتحت خواہ وہ افسر ہی کیوں نہ ہو کسی کام سے آئے چاہے وہ دفتر کا ہی کام

کیوں نہ ہو، اس کو ایک آدھ گھنٹہ بٹھائے رکھو، تغافل سے کام لو جیسے کوئی آیا ہی نہیں یعنی اس کا وجود کوئی وجود ہی نہیں اس کی کوئی شخصیت ہی نہیں تم اپنے کام میں لگے رہو اور فائلوں کو الٹ پلٹ کر کے ادھر ادھر رکھتے رہو۔ خواہ مخواہ ٹیلی فون کرتے اور سنتے رہو، جب وہ بات کرے تو فوراً کاٹ دو دفتر کے کتنے ہی اہم مسئلہ پر بات کرے اسے اہمیت نہ دو تا کہ اس کے ذہن میں اپنے ماتحت اور تمہارے افسر ہونے کا ادراک اور احساس پوری طرح رچ بس جائے اور وہ اپنے وجود اور شخصیت کی کمتری بلکہ بے چارگی کو اچھی طرح دیکھ لے، پرکھ لے، چکھ لے بلکہ بھگت لے، یہ تلخ لمحے اور زہریلے تجربے جب وہ سہے گا تو اس کی عزت نفس اور حس خودداری بری طرح متاثر ہو گی بلکہ کُچلی جائے گی اور پھر اس کے اندر سے ایک فرمانبردار، برخوردار اور وفادار قسم کا سچا پکا نکھرا نکھرا یا فدوی اُبھرے گا، جس کا دماغ گرجدار الفاظ کے دھماکوں سے دہلا ہوا اور جس کا دل تیر کی طرح چبھنے والی نگاہوں سے چھلنی ہو گا اور جس کی زبان صرف ''جی حضوری'' کے ایسے الفاظ ہی بول سکے گی میں ایک بندہ ناچیز ہوں اور حضور سرکار والا شان ہیں۔

میرے عزیز! جب وقت کی سختیوں کے پتھر سے دل کا آئینہ ٹوٹتا ہے تو اس شکستہ ساز سے دھڑکنوں کے نوحے ہی بلند نہیں ہوتے بلکہ گنوں کے سر بھی پھوٹتے ہیں اگر انسان کی روح میں خود داری کی آنچ ہو اور نظر میں حقائق بینی کی سانچ ہو تو یہ سر انجیل حقائق اور صحیفہ صداقت سے کم نہیں ہوتے...... یہ آخری ثقیل باتیں اس نوجوان کے پلے کچھ نہیں پڑیں وہ ہوں ہاں کرتا رہا اور پھر سلام دعا کے بعد چلا گیا۔

وہ لڑکا چلا گیا تو میر صاحب نے شاہ جی کو آڑے ہاتھوں لیا۔ کہنے لگے تم نے اس صاحبزادے کو الٹی پٹی پڑھائی بجائے اس کے کہ اسے بتاتے کہ ہمارے ملک کو افسروں سے زیادہ اچھے انسانوں کی ضرورت ہے اور اچھا افسر بھی وہی ہے جو ہیرا بھی ہو اور جوہری بھی۔ خود اچھا انسان ہو اپنے ماتحتوں کی قدر کرے ان کی ہمت افزائی کرے، ان سے شفقت سے ملے اپنے بڑوں کا احترام کرے، اپنے ساتھیوں سے محبت و مروت کا سلوک روا رکھے،

اسلام بھی ہمیں یہی سکھاتا ہے کہ ہم اپنے قول وقدم کے سچے ہوں۔ خوشامد یا غرور کی بجائے متوازن رویہ اپنائیں، نہ خوشامد کریں نہ خوشامد سُنیں نہ کسی کی حکم عدولی کریں نہ کسی پر حکم چلائیں، نہ کسی کو مرعوب کریں نہ کسی سے مرعوب ہوں بلکہ اپنے فرائض کو نہایت دیانتداری سے عبادت سمجھ کر ادا کریں۔ خدمت خلق اور اطاعت حق کا جذبہ دل میں موجزن ہو، نہ یہ کہ وہ افسر نہ ہو بلکہ گھڑا گھڑایا فرعون وقت، طاغوت عصر، نمرود عہد، رعونت، خشونت اور جبر وقہر کی مکمل تصویر ہو، شاہ جی! آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی باتوں نے اس نوجوان کے ذہن کو کس قدر زہر آلود کر دیا ہوگا؟

خراب کر گئی شاہین بچے کو صحبتِ زاغ

شاہ جی سنتے رہے پھر یوں گویا ہوئے کہ ''بھائی میر صاحب جو ہم نے کہا ہے وہ سوچ سمجھ کر کہا ہے جو ہمیں معلوم تھا وہ تمہیں معلوم نہیں، یہ جس کا لڑکا ہے وہ بھی افسر ہے اسے ہم جانتے ہیں وہ رشوت خور اور بد دماغ افسر ہے ماتحتوں کے لیے چنگیز وقت اور فرعون دوران ہے لیکن اپنے افسروں کے سامنے پر لے درجے کا خوشامدی انسان ہے اس برخوردار نیک اطوار سے گر ہم وہ باتیں کرتے جو آپ نے فرمائی ہیں وہ بس ہوا میں تحلیل ہو جاتیں کیونکہ ایک روز یہ صاحبزادے امتحانوں سے قبل ہمارے پاس آئے تھے میں نے پوچھا کیا کر رہے ہو؟ بولے کہ مقابلے کے امتحان کی تیاری کر رہا ہوں دوران گفتگو یہ راز کھلا کہ صاحبزادے یہ چاہتے ہیں کہ مقابلہ کے امتحان میں کامیاب ہو کر بڑا افسر بنیں دولت کمائیں اور لوگوں کو غلام بنائیں یعنی ان پر حکومت کریں ان حضرت کے اعلیٰ خیالات سے میں واقف تھا سو میں نے بھی ویسے ہی اعلیٰ خیالات کا اظہار کیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر میری یا تمہاری نصیحتوں کا کوئی اثر نہیں ہوسکتا۔ ایسی باتیں کہہ کر اپنی بات بھی کھونا بلکہ اپنی وقعت بھی گنوانا ہے آپ نے یہ مصرع مجھ پر کسا کہ

خراب کر گئی شاہیں بچے کو صحبت زاغ

اور یوں مجھ پر لطیف بلکہ کثیف طنز کیا اور مجھے زاغ یعنی ''کوا'' بنا دیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم دونوں ہی کالے ہیں میرے چہرے کا رنگ کالا ہے اور اس کا دل کالا۔ اس ضمن میں دو شعر

ارتجالاً عرض ہیں۔

اے میر باکمال میری بات رکھو یاد
تم لاکھ لاؤ کام میں دل کو دماغ کو
روح القدس کی روح سے بھی گرچہ لومدد
شاہین تم بنا نہیں سکتے ہوزاغ کو

میر صاحب بولے شاہ جی! آپ کی باتیں ایک طرف سے غلط بھی نہیں لیکن ہمیں انسانیت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ برے انسان کو اچھائی کی تلقین صرف اس گمان سے نہ کرنا کہ اس پر کوئی اثر نہیں ہوگا یہ بدگمانی بھی ہے بدنیتی بھی اور مایوسی کی علامت بھی۔ اسلام میں یہ چیزیں پسندیدہ نہیں ہیں ہمارا فرض ہے کہ ہم بروں کو بھی اچھائی کی تلقین کریں ہر برے سے برے انسان کے دل میں بھی نیکی کے لیے ایک جگہ ضرور ہوتی ہے خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی سی کیوں نہ ہو۔ نہ جانے کس وقت آپ کی ایک نیک بات اس پر اثر کر جائے اور اس کے دل میں اتر جائے جو اس کی کایا پلٹ دے اور اگر آپ کی بات کا کچھ اثر بھی نہ ہو تو تب بھی آپ نے تو اپنا فرض ادا کر دیا برائی کی رغبت دلانا خواہ وہ کسی نقطہ نظر سے ہو کم از کم میری نظر میں ناپسندیدہ اور نامناسب ہے۔

شاہ جی بولے بس چپ رہو! چل ہم سے غلطی ہوگئی ہر وقت تمہیں نصیحت کرنے کی دھن ہی سوار رہتی ہے، کبھی ہماری دلدہی اور دلداری کی بات بھی کرلیا کرو۔

رحمتیں اور عذاب

☆ اللہ کی چار رحمتیں جو انسان سے برداشت نہیں ہوتی۔

۱: بیٹی ۲: مہمان ۳: بارش ۴: بیماری

☆ اللہ کے چار عذاب جو انسان خوشی سے قبول کرتا ہے۔

۱: سود ۲: جہیز ۳: غیبت ۴: جھوٹ

(کشور شاہین، قصور)

آب حیات

محمد فاروق ضمیر

کار کا پہیہ پنکچر ہوا اور کربی کو جھلستے ہوئے صحرا میں پہیہ بدلنے کی مشقت سے گزرنا پڑا۔ پہیہ بدلتے ہوئے اس کا لباس پسینے کے باعث جسم سے چپک گیا۔ اسے اپنے آپ سے کراہت محسوس ہو رہی تھی۔ اچانک گھوڑے کی ہنہناہٹ سن کر اس نے مڑ کر دیکھا اور پھر وہ کئی لمحوں تک سن ہو کر رہ گیا۔ سو گز کے فاصلے پر کم از کم پچاس گھڑ سوار نیم دائرے کی شکل میں کھڑے تھے۔ ان کی نگاہیں کربی پر گڑی تھیں اور غصے سے سرخ چہروں سے ان کے برے ارادے ظاہر ہو رہے تھے۔ اس نیم دائرے سے غصیلی شکل کا ایک شہسوار گھوڑے کو دلکی چال چلاتا اس کی طرف بڑھا، کوئی اور گھوڑا پھر ہنہنایا۔ کربی اٹھ کھڑا ہوا پسینہ اس کے ماتھے سے ٹپک رہا تھا۔

آنے والے کو اس نے فوراً پہچان لیا ''السلام علیکم محترم شیخ یوسف!'' اس نے کہا۔ پھر مصافحے کے لیے آگے بڑھا تو گھڑ سوار نے اس کا آگے پھیلا ہوا ہاتھ نظر انداز کر دیا۔ کربی صورت حال کی سنگینی اور نزاکت بھانپ کر خوفزدہ ہو گیا۔ وہ اس خطے کے آداب اور تمدن سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔ وہ نابلس میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے شام ہی میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ جب بڑا ہوا تو اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکا بھیج دیا گیا جہاں اس نے انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی۔ کیبل کمپنی نے اسے شام میں نابو کے مقام پر اپنی ایک کان میں اعلیٰ عہدے کی پیش کش کی اور یوں وہ شام واپس آ گیا۔

وہ جانتا تھا کہ جب کوئی مصافحے کے لیے بڑھا ہوا ہاتھ نظر انداز کر دے تو وہ دوست نہیں ہوتا۔ گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے شیخ یوسف نے کہنا شروع کیا: ''کربی صاحب! آپ کے خیمے کے باہر کالا اونٹ بیٹھ چکا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ میری بات سمجھ گئے ہوں گے۔ دو راتیں

گزریں جب میرا ایک عزیز بنوزیاد قتل کر دیا گیا تھا۔۔۔''

کربی نے اپنے ہوش وحواس سنبھالتے ہوئے جواب دیا: ''اللہ بنوزیاد پر اپنی رحمت نازل کرے! اس کی قبر سے ہمیشہ گلاب کے پھولوں کی مہک آتی رہے اور وہ کروٹ کروٹ۔۔۔''

شیخ یوسف نے بڑے تیز اور درشت لہجے میں کربی کی بات کاٹ دی۔ اس کا لہجہ بھی یکسر بدل گیا تھا۔ وہ بولا: ''کربی! تمھارے یہ خوشامدی جملے مجھے متاثر نہیں کر سکتے۔ تم اپنی چکنی چپڑی باتوں سے مجھے ہرگز چکما نہیں دے سکتے۔ بنوزیاد کو تمھارے خیمے کے سامنے گولی ماری گئی تھی۔۔۔ کان کے اس علاقے میں جس کے بڑے افسر تم ہو۔۔۔''

معاملہ بگڑتا جا رہا تھا۔ کربی نے بڑے جذباتی انداز میں جواب دیا: ''اس جھوٹے پر خدا کی لعنت ہو میرے محترم شیخ یوسف، جس نے آپ کو ورغلایا۔ ہاں جیسا آپ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کو وہاں گولی ماری گئی تھی تو شیخ، وہ شخص آپ کے معزز قبیلے کا رکن نہیں تھا۔ وہ تو آوارہ گرد اور چور تھا۔ گارڈ کے سپاہیوں نے اسے میرے خیمے سے گھستے ہوئے باہر نکلتے دیکھا۔ رات بڑی تاریک تھی، اس لیے کوئی اس کی صورت نہ دیکھ سکا۔ وہ خیمے سے کینوس کا بیگ چوری کر کے نکلا تھا، جس میں مزدوروں کی تنخواہ کی رقم تھی۔ گارڈ نے گولی چلائی اور وہ چور گر پڑا۔ جب ہم وہاں لالٹین لے کر پہنچے تو چور کے ساتھی اس کی لاش گھسیٹ کر لے جا چکے تھے۔ میں اس وقت پولیس اسٹیشن ہی سے آ رہا ہوں جہاں میں نے چوری کی رپورٹ درج کرائی ہے۔ وہ شخص چور تھا جسے گولی ماری گئی شیخ یوسف! آپ کا احترام۔۔۔۔''

''تم وقت ضائع کر رہے ہو کربی!'' شیخ یوسف نے تیزی سے کہا۔ ''تم جانتے ہو کہ یہاں کا قانون کیا ہے؟'' کربی نے اپنے آپ سے کہا۔ ہاں! میں یہاں کا قانون جانتا ہوں۔ قتل کا بدلہ قتل۔۔۔ جان کے بدلے جان، دانت کے بدلے دانت۔۔۔ اور چونکہ چور اس علاقے میں اس کے آدمیوں سے مارا گیا ہے، اس لیے اس قتل کا ذمے دار بھی وہی ہے۔ مقامی اور

قبائلی قانون کے تحت وہی سزا کا حق دار تھا۔

کربی نے آنکھیں اٹھا کر سوڈیڑھ سو گز دور کھڑے گھڑ سواروں کو دیکھا۔ نیم دائرے میں کھڑے تمام سوار اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ تلواروں اور نیزوں سے لیس تھے۔ بعضوں کے پاس بندوقیں بھی تھیں۔ کربی نے سوچا"شیخ یوسف کا ایک اشارہ پا کر وہ سب مجھ پر پل پڑیں گے، میری کی تکا بوٹی کر کے رکھ دیں گے، میں یہاں صحرا میں ہوں۔ دور دور تک کوئی جان دار ہے نہ آبادی، مجھے کسی طرف سے کسی طور مدد نہیں مل سکتی۔ کسی طرح بھی میں کسی کو اپنی جان بچانے کے لیے آواز نہیں دے سکتا۔ ترکی فوجوں کی چھاؤنی دور ہے۔۔۔ پولیس کا تھانہ اس سے بھی دور ہے اور کان کے محافظ بھی پہنچ سے باہر ہیں۔۔۔" اس نے اپنی کار کو کوسا جس کا پہیہ پنکچر ہوا اور اسے رکنا پڑا، اب وہ دشمنوں کے نرغے میں تھا۔ زمین سخت سنگلاخ تھی اور آسمان بہت دور۔۔۔ جان پر بنی ہو تو ذہن تیزی سے کام کرنے لگتا ہے۔۔۔ اور پھر اس نے بڑی سنجیدگی سے شیخ یوسف کو مخاطب کیا: "اے شیخ! میرا حلق پیاس سے خشک ہو رہا ہے۔ میں اس علاقے میں تمھارا مہمان ہوں اور میں جانتا ہوں کہ عربوں کی مہمان نوازی اپنی مثل آپ ہے۔ مجھے پانی پلاؤ۔"

شیخ یوسف کے چہرے پر بے چینی تھی۔ اس نے جلدی سے مشکیزے کے ساتھ لٹکا ہوا کدو کا بنا پیالہ اتار کر مشکیزہ کھولا اور پیالہ پانی سے بھر کر کربی کو تھما دیا۔ کربی نے پیالہ تھام کر ہاتھ اوپر اٹھائے اور پیالے کو ہونٹوں سے چھو کر پیچھے ہٹا لیا۔ "دیر مت کرو، جلدی سے پانی پیو۔" غصیلے شیخ یوسف کی درشت آواز صحرا میں گونجی۔ "جلدی پانی پیو اور بتاؤ تم تلوار سے مرنا پسند کرو گے یا بندوق کی گولی یا خنجر سے۔۔۔؟"

کربی نے ٹھہر ٹھہر کر کہنا شروع کیا: "اے شیخ! یہ تمھارے قبیلے کی روایت ہے کہ وہ شخص جو کھا یا پی رہا ہو، اسے کھانے اور پینے کے دوران میں کبھی قتل نہیں کیا جاتا، اس پر کبھی ہتھیار نہیں اٹھایا جاتا۔" "بڑ بڑ مت کرو۔ میں اپنی روایات تم سے بہتر سمجھتا ہوں۔" شیخ یوسف کے لہجے میں غصہ اور بے چینی نمایاں تھی۔ "جب تک تم پانی نہ پی لو گے، تم پر کوئی وار نہیں کرے گا۔ پیالہ جلدی

سے خالی کردو۔۔۔''

''معزز شیخ! لیکن مجھے آپ کے ساتھیوں پر اعتماد نہیں۔۔۔''

''ہاں، ہاں جب تک تم یہ پانی نہیں پی لوگے، تم پر نہ میں وار کرسکتا ہوں نہ میرے قبیلے کا کوئی فرد، لیکن باتیں مت بناؤ۔ اس سے تمھیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔ تم اپنا اور میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔ تمھیں مرنا ہے اور بس۔۔۔۔''

کربی نے ایک بھرپور نگاہ شیخ یوسف پر ڈالی۔ کدو کا بنا ہوا پیالہ دونوں ہاتھ میں اوپر اٹھایا اور پھر اسے الٹ دیا۔ پانی صحرا کی ریتلی زمین پر گرا جسے صدیوں کی جھلسی ہوئی ریت نے لمحوں میں جذب کرلیا۔

''شکریہ یا شیخ!'' کربی نے کہا: ''وہ پانی جسے ختم کرنے اور پینے سے پہلے تم اور تمھارے قبیلے کا کوئی فرد مجھ پر وار نہیں کرسکتا، صحرا کی ریت میں جذب ہوگیا ہے۔ اپنے آدمیوں سے کہو وہ ریت سے قطرہ قطرہ کر کے وہ پانی پھر سے اس کدو کے پیالے میں جمع کریں اور پھر میں اسے پی لوں۔ جب تک یہ پانی تم اور تمھارے آدمی ریت سے قطرہ قطرہ نکال کر پھر سے پیالے میں جمع نہیں کر لیتے، تم اور تمھارے آدمی مجھے کوئی گزند نہیں پہنچا سکیں گے۔ یہی تمھارا قاعدہ ہے۔ یہی قول تم نے مجھے دیا ہے۔۔۔''

شیخ یوسف کے چہرے پر جو غصہ اور بے چینی تھی وہ بے بسی میں تبدیل ہوگئی۔ کربی بڑے اعتماد اور خاموشی سے مڑا اور کار کے پاس بیٹھ کر پہیہ کسنے لگا۔ اس کے دل سے خوف نکل چکا تھا۔ چند منٹ بعد اس نے آنکھیں اوپر اٹھا کر دیکھا۔۔۔۔ جس خاموشی سے شیخ یوسف اسے ٹھکانے لگانے اپنے آدمیوں کے ساتھ آیا تھا، اسی خاموشی سے وہ جا چکا تھا۔ کربی نے زمین کے اتنے حصے کو دیکھا جس کی ریت کچھ نم اور بھربھری تھی۔ وہ مسکرایا: ''یہ وہ آب حیات ہے جسے میں نے چکھا نہیں اور زندہ رہا۔ چکھ لیتا تو زندہ نہ رہتا۔۔۔۔''

پھر وہ تیزی سے پہیے کے قبضے کسنے لگا!

مسائل کا حل

مولانا محمد کلیم اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترم جناب مولانا صاحب! میں نے بنات اہلسنت کا رسالہ پڑھا بہت خوشی ہوئی کہ اس میں ملے جلے عنوانات ہوتے ہیں اور مسائل کا حل بھی موجود ہوتا ہے میرا بھی ایک سوال ہے چند دن پہلے ایک ساتھی کے ساتھ میری بات ہوئی تو اس نے مجھ سے ایک ایسی بات کہی کہ میرا دل اس کو نہیں مانتا اس نے کہا ہے کہ صحابہ کرامؓ بھی قرآن کریم میں تحریف یعنی کمی بیشی کے قائل تھے اور اس نے ان میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا کہ وہ معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) کو قرآن نہیں سمجھتے تھے اور ان سورتوں کے قرآن کریم ہونے کے منکر تھے اس پر اس نے چند کتابوں کے حوالہ جات بھی مجھے دکھائے۔ آپ سے پوچھنا ہے کہ اصل معاملہ کیا ہے؟

جواب:

اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے تمام اہل السنّت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ قرآن کریم تحریف سے پاک ہے اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالی نے خود لی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے ’’انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون ‘‘ قرآن کو نازل بھی ہم نے کیا اور اس کی حفاظت بھی ہمارے ذمہ ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جس کا محافظ خود اللہ تعالی ہو اس میں تحریف کیسے ہوسکتی ہے۔ ہاں ایک خاص طبقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے اس وجہ سے یہ طبقہ دائرہ اسلام سے باہر ہے۔ اس کا تفصیلی جواب آپ کی تسلی کے لیے نیچے لکھا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

قال النووی فی شرح المهذب اجمع المسلمون علی ان المعوذتین والفاتحة من القراٰن وانّ من جحد منهاشیئاً کفر.

ترجمہ: علامہ نووی رحمہ اللہ نے ''شرح مہذب'' میں فرمایا: ''تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ''**معوذتین اورفاتحه**''، قرآن ہیں۔ جوشخص ان کی قرآنیت کا منکر ہو، وہ کافر ہے۔

محلی بن حزم ص ۱۳ جزو نمبر ا مسئلہ (۱۲) پر ہے کہ ''**وان القراٰن الذی فی المصاحف بایدی المسلمین شرقاً وغرباً فما بین ذٰلک من اوّل القراٰن الی اٰخرالمعوذ تین کلام الله عزوجل ووحیه انزله علی قلب نبیه محمد** صلی اللہ علیہ وسلم **من کفر بحرف منه فهو کافر.**''

ترجمہ: جو پوری دنیا میں قرآن مجید مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اول قرآن سے لے کر ''**معوذتین**'' کے اخیر تک یہ سب اللہ کا کلام اور وحی ہے جو کہ اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر اتارا تھا۔ جوشخص اس کے ایک حرف کا منکر ہو، وہ کافر ہے۔

باقی جہاں تک حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ معوذتین کو قرآن نہیں مانتے تھے تو یہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ تفسیر اتقان میں اس کی شدید تردید کی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ پر اعتراض کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: ''**ان نقل هذاالمذهب عن ابن مسعود نقل باطل.**''

ترجمہ: ابن مسعودؓ سے اس بات کو نقل کرنا کہ وہ الحمد اور معوذتین کی قرآنیت کے منکر تھے، نقل باطل ہے یعنی جھوٹ ہے۔''

بلکہ آگے مزید تفصیل سے فرماتے ہیں کہ ''**قال ابن حزم فی المحلی ؛ هذاکذب علی ابن مسعود موضوع انماصح عنه قراءة عاصم عن زرعنه وفیهاالمعوذتان والفاتحة.**''

ترجمہ: ابن حزمؒ نے محلی میں فرمایا: ''ابن مسعودؓ پر یہ کذب اور جھوٹ ہے کہ وہ معوذتین

اورفاتحہ کوقرآن نہ جانتے تھے (بلکہ)ابن مسعودؓ سے جو کچھ صحیح طور پر منقول ہے وہ یہ ہے کہ ابن مسعودؓ نے اپنے شاگرد ''زر'' کو اور ان سے حضرت عاصمؒ قاری نے جو قراءت پڑھی اس میں معوذتین اور فاتحہ پڑھائی۔تو اس کے بعد حضرت ابن مسعودؓ کو معوذتین کی قرآنیت کا منکر کہنا حقائق کا منہ چڑانا ہے اگر وہ ان کی قرآنیت کے منکر ہوتے تو پھر اپنے شاگرد کو کیوں پڑھاتے؟

اتمام حجت:

اتمام حجت کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ خود ابن مسعودؓ کی اپنی روایت جو کہ درمنثور کے جزو نمبر 6 میں مرقوم ہے اس میں ہے کہ ''**اخرج الطبرانی فی الاوسط بسندحسن عن ابن مسعود عن النبی ﷺ قال لقد انزل علی اٰیات لم ینزل مثلھن المعوذتان.**''

ترجمہ: امام طبرانیؒ نے اپنی کتاب معجم اوسط میں نہایت عمدہ سند کے ساتھ عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کیا کہ ''نبی ﷺ نے فرمایا: تحقیق مجھ پر ایسی آیات نازل کی گئیں جن کی مثل (اس سے پہلے) نازل نہیں گئیں اور وہ معوذتین ہیں۔'' کیا اس کے بعد بھی ابن مسعودؓ کی ذات عالیہ نشتر تکفیر کی زد میں ہی رہے گی؟؟؟

علامہ بحرالعلوم فرنگی محلی تو شرح مسلم الثبوت میں یہاں تک فرماتے ہیں کہ ''جو شخص اب بھی حضرت ابن مسعودؓ کی طرف انکار (معوذتین) کی نسبت کرتا ہے بلاشک وہ جھوٹا ہے: ''**ومن اسند الانکارالی ابن مسعودؓ فلایعبأبسنده عند معارضة هذه الاسانید الصحیحة بالاجماع والمتلقات بالقبول عند العلماء الکرام بل الامة کآفةً کلھافظھران نسبة الانکارالی ابن مسعود باطل.**''

ترجمہ: جس نے یہ انکار ابن مسعودؓ کی طرف منسوب کیا ہے اس کی سند قابل توجہ نہیں۔جب کہ اس کے خلاف صحیح سندیں موجود ہیں جن پر اجماع ہے اور جن کو علماء کرام نے بلکہ تمام امت نے قبول کیا ہے پس صاف طور پر معلوم ہوا کہ ابن مسعودؓ کی طرف معوذتین کی قرآنیت کے انکار کو منسوب کرنا بالکل باطل اور غلط ہے۔

محلی ابن حزمؒ کے پہلے جز کے مسئلہ نمبر 21 پر ہے: ''وکل ماروی عن ابن مسعودؓ من ان المعوذتین وام القراٰن لم تکن فی مصحفه فکذب موضوع لایصح وانما صحت عنه قرائة عاصم عن زربن حبیش۔''

ترجمہ: ابن مسعود سے جو یہ روایت کی گئی ہے کہ معوذتین اور فاتحہ ان کے مصحف میں نہ تھے تو یہ روایت جھوٹ اور موضوع ہے، صحیح نہیں ہے۔ ہاں! جو کچھ صحیح ہے وہ امام عاصمؒ کی قراءت ہے جو ''زر بن حبیشؒ'' سے ہے (اور اس میں معوذتین اور فاتحہ درج ہے)

اہل السنۃ والجماعۃ کی تحقیق ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ قطعاً معوذتین اور فاتحہ کی قرآنیت کے منکر نہ تھے بلکہ ان کی طرف یہ نسبت کرنا غلط، من گھڑت، موضوع جھوٹ اور سراسر حماقت پر مبنی ہے ۔

شجاعت اور رحمت

معاویہ سیف، لیہ

ایک دن کافروں نے مشورہ کر کے اعلان کیا کہ جو آدمی حضرت محمد ﷺ کو قتل کرے گا اس کو سو اونٹ انعام دیے جائیں گے۔

ایک کافر تلوار لے کر آپ ﷺ کی تلاش میں نکلا۔ آپ ﷺ کو ایک درخت کے نیچے سوئے دیکھا تو بہت خوش ہوا انہیں قتل کرنا کوئی مشکل نہیں کیونکہ ان کے پاس کوئی بیٹھا ہوا نہیں ہے آپ کو جگا کر کہنے لگا۔

اے محمد ﷺ! اب تمہیں میرے ہاتھوں سے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ بالکل نہ گھبرائے اور رعب دار آواز میں فرمایا: ''اللہ۔''

آپ کی آواز میں اتنا اثر تھا۔ کافر کے ہاتھ کانپنے لگے اور تلوار نیچے گر گئی آپ ﷺ نے تلوار اٹھالی اور فرمایا اب تمہیں کون بچائے گا؟

کافر نے فوراً جواب دیا کہ ''آپ کی رحمت'' پھر معافی مانگی اور مسلمان ہو گیا۔

روشن خان، پشاور

پھونک

فجر کے بعد میں جب اپنے بستر پر لیٹا ہوتا تو میری والدہ مجھ پر پھونکتیں اور چلی جاتیں۔ بچپن سے جب سے میں نے ہوش سنبھالا شاید ہی کوئی دن ہو کہ جس دن وہ نہ آئی ہوں۔ اب جب میں یہ سمجھتا تھا کہ میں بہت باشعور ہو چکا ہوں اور مجھے اس بارے میں والدہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ اس پھونک میں کیا خاص ہے کہ انہوں نے اسے اپنا معمول بنا لیا۔ اس پھونک کے بارے دریافت کرے کی ایک اور وجہ تھی کہ میں جانتا تھا کہ میری والدہ پڑھی لکھی نہیں۔ قرآن کی تلاوت تو بلا ناغہ کرتیں لیکن صرف بسم اللہ سے ہی۔ نماز یاد تھی انکو لیکن اس کے علاوہ کچھ نہیں آتا تھا۔ میں نے ایک دن ان سے پوچھا کہ 'ماں جی! جہاں تک میں جانتا ہوں آپکو قرآن مجید تو آتا نہیں پھر اس پھونک میں کیا حکمت ہے؟' جواب میں والدہ نے کہا۔ 'بیٹا! مجھے پتا ہے کہ تم بڑے ہو گئے ہو۔ تم میں عقل اور شعور پہلے سے زیادہ ہے۔ لیکن تم کیا جانو کہ ماں کے دل میں کیا ہے اور ایک ماں اپنی اولاد کے لیے کیا سوچتی ہے؟' اب جب بھی والدہ سے میں نے یہ سوال پوچھا تو ایک ہی جواب ملا تو میں نے یہ سوال دہرانا ہی چھوڑ دیا لیکن والدہ نے معمول کے مطابق پھونک کو جاری رکھا۔

وقت اسی طرح گزرتا چلا گیا والدہ کا معمول جاری رہا۔ میں زندگی کے ہر میدان میں کامیاب ہوتا چلا گیا۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ چھوٹی موٹی نوکری کرنے لگا اور آخر کار پی ایچ ڈی کر لی۔ لیکن والدہ کا وہی معمول اب بھی جاری تھا۔ اب میں ایک اعلی سرکاری عہدے پر فائز تھا۔ گھر کے معاشی حالات سدھرنے لگے۔ اب ہر وہ آسائش میسر آنے لگی کہ جن کے کبھی صرف خواب ہی دیکھے تھے۔ وقت کے ساتھ اب والدہ کی صحت ویسی نہ رہی اور اب انکا بستر سے اٹھنا بھی محال ہو

گیا۔اب اس معمول سے کبھی کبھی ناغہ ہونے لگا۔ مجھے بھی شایداس پھونک کی عادت سی ہوگئی تھی کہ جس دن ناغہ ہوتا مجھے عجیب سی بے چینی ہونے لگتی۔ والدہ روز مجھے دفتر جانے سے پہلے اپنے پاس بلالیتیں اور مجھ پر پھونکتیں۔ایک صبح جب میں والدہ کے پاس گیا تو میں نے آج بیماری کی شدت ان میں کچھ زیادہ ہی محسوس کی میں ان کے سرہانے بیٹھ گیااوران سے مخاطب ہوکر کہا ’ماں جی! آج مجھے آپ کی طبیعت کچھ زیادہ ہی خراب محسوس ہورہی ہے۔آج میں دفترنہیں جاؤں گا آپ کے پاس ہی رہوں گا۔‘

والدہ نے بمشکل نفی میں سرکو ہلاتے ہوئے کہا۔’بیٹا!نہیں ایسی کوئی بات نہیں عمر کا تقاضا ہےاس عمر میں طبیعت کا کوئی بھروسہ نہیں۔ میں ابھی دوائی لیتی ہوں،ٹھیک ہو جاؤنگی۔تم دفتر جاؤ وہاں لوگ تمہاراانتظار کررہے ہوں گے۔ان کے کام کرواورانکی دعائیں حاصل کرو۔تمہاری نوکری زیادہ اہم ہے۔۔میری فکرمت کرو!‘ والدہ کے اس اصرار پر میں ان کے سرہانے سے اٹھا اورابھی دوقدم ہی اٹھائے تھے پھرواپس مڑااوروالدہ سے پھرمخاطب ہوا۔’ماں جی! آج مجھے بتا ہی دیجیے کہ اس پھونک کہ پیچھے کیا حکمت ہے؟‘ والدہ نے پھروہی جواب دہرایا جو میں شروعات سے سنتا آرہا تھا۔لیکن اس باران کا لہجہ کچھ عجیب تھا جو میں سمجھنے سے قاصر تھا۔اوراس بارانکی آنکھوں میں چھپی مدھم سی نمی کومحسوس کیا جس نے مجھے سوچنے پرمجبورکردیا۔

میں دفتر کے لیے روانہ ہوالیکن تمام راستے اس لہجے اورانداز بیان کو ہی سمجھنے کی کوشش کرتا رہا۔دفتر پہنچنے پر بھی میری سوچ کا محور وہی تھا۔ اسی دن ہی مجھے والدہ کے انتقال کی خبر ملی۔اس دن سے آج تک میں اسی سوال کے جواب کی تلاش میں ہوں لیکن آج تک میں اس کا جواب نہیں ڈھونڈ پایا۔کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ اتنا پڑھنے لکھنے کے باوجودبھی میں ماں کے ذہن کونہیں سمجھ پایا۔ یا وہ قدرہی تھی جو میں نہ کر پایا جواب ان کے جانے کے بعدمحسوس ہورہی ہے۔واقعی ماں کا دل کوئی نہیں جان پایا! آج میرے پاس کیا کچھ نہیں ہے؟ کسی چیز کی کمی نہیں۔ہاں کمی ہےتو......ایک چیز کی!اوروہ ہے......اس ’پھونک‘ کی......

ڈاکٹر منصور احمد باجوہ

ازدواجی بندھن

☆ جب کوئی خاوند اپنی بیوی کے لیے کار کا دروازہ کھول رہا ہو تو سمجھ لیں کہ کار نئی ہے یا بیوی

☆ بہترین ازدواجی زندگی کے لیے بیوی کو گونگا اور خاوند کو اندھا ہونا چاہیے۔

☆ بیوی ہر شخص کی ضرورت ہے، اپنے مسائل کی ذمہ داری اس پر ڈالنے کے لیے۔

☆ ہر عورت کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے اچھی بہو ملے تاکہ اسے ان مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑے جن کا سامنا اس کی ساس کو کرنا پڑا تھا۔

☆ لوگ جن وجوہات کی بنا پر شادی کرتے ہیں، انہی وجوہات کی بنا پر طلاق بھی دیتے ہیں۔

☆ شادی ناکام نہیں ہوتیں، لوگ ناکام ہوجاتے ہیں۔ شادی صرف ایک دوسرے کا صحیح روپ دکھاتی ہے۔

☆ پہلی شادی پر انسان مال لٹاتا ہے دوسری پر عزت تیسری پر جان۔ ایمان شادی کے بغیر بھی لٹایا جاسکتا ہے

☆ شادی دو افراد کے درمیان نہیں، دو خاندانوں کے درمیان بندھن ہوتا ہے۔

☆ شادی ایک ایسا جوا ہے جس میں دونوں فریق ہارتے یا دونوں جیتے ہیں۔

☆ محبت کی شادیاں صرف محبت نہ ہونے کی وجہ سے ناکام ہوتی ہیں۔

☆ دوسری شادی نام ہے فتح کا، امید کی، تجربے پر۔

☆ شادی کی کامیابی کے لیے ضرورت ہوتی ہے ہمیشہ دو افراد کی، ناکامی کے لیے صرف ایک کی۔

☆ شادی میں کوئی خرابی نہیں ہے، مسائل صرف اکھٹے رہنے سے پیدا ہوتے ہیں۔

☆ خاوند کو چاہیے کہ اپنی بیوی کو ہر وہ بات بتا دے جس کے بارے میں اسے پتہ ہو کہ وہ جلد ہی خود بھی جان لے گی۔

☆ شادی کرنسی نوٹ کی طرح ہے۔ اس کے دو حصے کر کے اسے خرچ نہیں کیا جا سکتا۔

☆ مرد اور عورت شادی کے بندھن میں بندھ کر ایک ہو جاتے ہیں، مسئلہ یہ فیصلہ کرتے ہوئے پیدا ہوتا ہے کہ، کون سا ایک؟

☆ اس بیوی کی نسبت جو کھانا پکانا جانتی ہو مگر پکانے پر تیار نہ ہو، اس بیوی کے ساتھ گذارا زیادہ مشکل ہوتا ہے جو کھانا پکانا نہ جانتی ہو مگر پکانے پر مصر ہو۔

☆ سب سے اچھی بیوی وہ ہے جو میکے سے شرم وحیاء کا جہیز لے کر آئے۔

☆ شادیاں صرف اس لیے ناکام ہوتی ہیں کہ ہر فریق دوسرے سے وہ توقع رکھتا ہے جس پر خود پورا نہیں اترتا۔

☆ بعض جگہوں پر خاوند بیوی خریدتے ہیں اور بعض جگہ بیوی خاوند کو۔

☆ ہر ساتھی تنہائی کا علاج نہیں کر سکتا، بعض ساتھیوں کے ساتھ تنہائی اور بڑھ جاتی ہے۔

☆ شادی کا سب سے مشکل مرحلہ درمیانی ہوتا ہے۔ کیونکہ پہلے مرحلے میں میاں بیوی کی ایک دوسرے کے لیے چاہت ہوتی ہے اور تیسرے میں ایک دوسرے کی ضرورت۔

☆ میں اور میری بیوی ۲۰ سال تک بڑے خوش تھے پھر ہماری شادی ہو گئی۔

☆ ہمارا ایک دوست کہہ رہا تھا کہ اس نے مصیبت کو گلے لگا لیا ہے، بعد میں معلوم ہوا کہ مصیبت اس کی بیوی کا نام ہے۔

☆ بعض دفعہ جہیز بیوی کے ساتھ آتا ہے اور بعض اوقات بیوی جہیز کے ساتھ۔

☆ بعض خاوند بیوی کے ساتھ اکیلے رہتے ہیں

☆ شادی شدہ آدمی کو اپنی غلطیاں بھول جانی چاہیں۔ کیا فائدہ کہ ایک ہی چیز کو دو افراد یاد کرتے رہیں۔

☆ خوش قسمت ہے وہ جس کی بیوی کہے اچھا مجھے تو اس بات کا پتہ ہی نہ تھا۔

☆ مرد اور عورت ایسے دکھ بانٹنے کے لیے شادی کرتے ہیں جو شادی نہ ہونے کی صورت میں کبھی پیدا ہی نہ ہوتے۔

☆ اگر آپ کی بیوی ڈرائیونگ سیکھنا چاہتی ہو تو کبھی اس کے راستے میں نہ آئیں۔

☆ کامیاب خاوند وہ ہے جو بیوی کے اخراجات سے زیادہ کمائے اور کامیاب بیوی وہ جو ایسا شوہر ڈھونڈ ھ لائے۔

☆ اچھی شادیاں شروع ہوتی ہیں اس وقت جب ہم ان سے شادی کریں جن سے محبت کرتے ہیں اور اچھی شادیاں قائم رہتی ہیں اس وقت جب ہم ان سے محبت کریں جن سے شادی کی تھی۔

☆ میں تمہیں نہیں سمجھ سکتا، تم مجھے نہیں سمجھ سکتی۔ ہم دونوں میں اس کے سوا کیا قدر مشترک ہے؟

☆ اچھی شادی کا راز یہ ہے کہ شادی سے پہلے آدمی اپنی آنکھیں کھول کر رکھے اور شادی کے بعد بند کر لے۔

☆ ماہر آثار قدیمہ سب سے اچھا خاوند ہوتا ہے۔ جُوں جُوں اس کی بیوی پرانی ہوتی جاتی ہے اس کی دلچسپی بڑھتی جاتی ہے۔

ناپ تول میں کمی

مالک بن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے ایک ہمسائے کے پاس گئے اس کا آخری وقت بہت قریب تھا۔ وہ ہمسایہ ان سے کہنے لگا:

اے مالک! آگ کے دو پہاڑ میرے سامنے ہیں اور میں ان پر چڑھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے سامنے عزیزوں سے بات کی تو انہوں نے مجھے بتایا کہ اس کے پاس دو پیمانے تھے۔ ایک سے خریدتا اور دوسرے سے بیچتا تھا (یعنی بڑے پیمانے سے خریدتا اور چھوٹے سے بیچتا تھا)

(خان فہد، لاہور)

فوزیہ ثمرغنی

غضب

اوئے بڈھے میرے کمرے میں کیا ڈھونڈ رہے ہو۔نسیمہ کمرے میں داخل ہوتے ہی بولی۔ بیٹا وہ جوتے ڈھونڈ رہا تھا۔کرم دین مسکنت سے بولا۔

چور کہیں کا! جب دیکھو کچھ ڈھونڈ رہا ہوتا ہے۔ چوری کرنا تو تیرے ورثے میں آیا ہے۔نسیمہ بوڑھے کرم دین کو کھینچ کر باہر نکالتے ہوئے بولی۔

کرم دین کا ایک ہی بیٹا تھا زبیر۔زبیر کی پیدائش کے چند ماہ بعد ہی اس کی ماں انتقال کرگئی،کرم دین نے اپنے بیٹے کو ماں کی کمی محسوس نہ ہونے دی،اس کی ہاں میں ہاں ملائی ہمیشہ اس کی خوشی کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھا۔اسے اعلیٰ سکولوں میں تعلیم دلوائی جب وہ ڈاکٹر بن گیا تو اس کی ایک امیر گھرانے کی لڑکی نسیمہ سے شادی کروائی۔زبیر کی بیوی نسیمہ حد درجے کی بدتمیز اور چالاک تھی۔ کرم دین کو ابّا کہہ کر پکارنا تو شاید وہ گناہ سمجھتی تھی۔ اس کی زبان سے ہمیشہ ”بڈھا“ کا ہی لفظ نکلتا۔کرم دین نسیمہ کے سر پر ایک بوجھ سے کم نہ تھا۔یہی وجہ تھی وہ ہمیشہ اس کے پیچھے ہاتھ دھوکر پڑی رہتی لیکن وہ ہر دم اپنی بہو کو خوش کرنے کی کوشش کرتا۔زبیر بھی اپنی بیگم کی طرح اپنے باپ کو ایک بوجھ سے کم محسوس نہ کرتا تھا۔

ارے ارے وہ بڈھا ہے نا چور کہیں کا۔آج صبح چوری کرتا تھا۔ چوری کرتے پکڑا گیا۔نسیمہ دونوں ہاتھ کانوں کے ساتھ لگاتی ہوئی بولی۔

کیا کہا تم نے زبیر نسیمہ کی طرف متوجہ ہوا۔

وہ ہی کہا جو تم نے سنا۔میں تو کہتی ہوں اس کا قصہ ہی ختم کردو۔کیا مطلب تمہارا؟ زبیر بولا۔

مطلب یہ کہ اب اس بڈھے کی ضرورت ہے ہی کیا۔کماتا تو تھوڑا ہی ہے۔الٹا ہمارا ہی

خرچ ہوتا ہے اس پر۔

ویسے کہتی تو تم ٹھیک ہی ہو۔ زبیر کچھ دیر دسوچنے کے بعد بولا۔

ابا! اٹھو جلدی اٹھو! زبیر کرم دین کے بازو کھینچتے ہوئے بولا۔

کیا ہوا بیٹا؟ کرم دین! چارپائی کا سہارا لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔

ہوا کچھ نہیں ہے۔ ہونے والا ہے۔

ک ک...... کیا ہونے والا ہے کرم دین کی زبان اٹکنے لگی۔

زیادہ سوالوں کی ضرورت نہیں ہے، میرے پیچھے آؤ۔ اور ہاں منہ سے ایک لفظ بھی بولا تو...... زبیر آگے کچھ نہ کہہ سکا۔

اب وہ دونوں ایک پہاڑی پر تھے۔ تقریباً آدھ گھنٹے پیدال چلنے کے بعد وہ یہاں پہنچے تھے کرم دین نے نیچے کی طرف دیکھا تو اس کا سر چکرا گیا۔ کرم دین اب بیٹے کا اصل مقصد سمجھ چکا تھا۔

خدا کے لیے بیٹا یہ غضب نہ کرنا۔ کرم دین اپنے بیٹے کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا: زبیر کو تو جیسے کچھ سنائی ہی نہ دے رہا تھا۔ اس نے اپنے باپ کو ایک دھکا دیا کرم دین لڑھکتا ہوا نیچے کی طرف جا رہا تھا اس کی آنکھیں بند ہونے کو تھیں مگر اسے اپنا ماضی یاد آیا تھا جو کہ اس سے قدرے غضب ناک تھا۔

اعتذار

پچھلے شمارے میں بعض ایسی غلطیاں سرزد ہوگئیں جو واقعتاً قارئین کے لیے ذہنی تشویش اور پریشانی کا باعث تھیں۔ بعض بہنوں کے اس بارے میں خطوط بھی ادارے کو موصول ہوئے ان کے توجہ دلانے پر ہم تہہ دل سے ان کے مشکور ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ان کی ماہنامہ ''بنات اہلسنت'' سے محبت اور لگاؤ ہے۔ ان شاء اللہ ہم کوشش کریں گے کہ دوبارہ اس طرح کی کوئی غلطی نہ ہونے پائے۔ (ادارہ)

قسط نمبر 6:

ظہیر الدین محمد بابر

امان اللہ کاظم، لیہ

بابر گزشتہ چھ سال سے اپنے والد عمر شیخ مرزا کے ساتھ قیام پذیر تھا۔ زنان خانے سے جو اس کے لیے کسی قید خانے سے کم نہ تھا رہائی پا کر وہ بہت شاداں و فرحان تھا۔ اب اسے یہاں نانی اماں کی نہ سمجھ آنے والے گفتگو کے جُرعے بھی نہیں پینے پڑ رہے تھے۔ نانی اماں کے ذہن و دل کی سوئی تو بس ایک ہی جگہ پر اٹکی تھی۔ اسے مغلستان اس کے باسیوں اور اپنے بیٹوں کے سوا اور کچھ سجھائی ہی نہیں دیتا تھا۔ وہ ہمیشہ بابر کے ننھے سے ذہن میں صرف ایک ہی بات بٹھانا چاہتی تھی اور وہ یہ کہ ''مغلستان کے خانہ بدوش باسیوں کی زندگی نہایت ہی کٹھن اور پر آشوب ہوتی ہے وہ اپنی جنگی تربیت کے لیے لگاتار کئی ماہ تک شکار کھیلتے رہتے ہیں اور اسی شکار کے ذریعے وہ جنگی تربیت حاصل کرتے ہیں وہ اس شکار کے دوران اپنے بچوں کو بھی اپنے ہمراہ لیے پھرتے ہیں تاکہ صغر سنی ہی میں ان کی تربیت جنگی بنیادوں پر کی جا سکے۔ اسی طرح بچوں کے اذہان میں جنگی طور طریقے منتقل ہو کر راسخ ہوتے چلے جاتے ہیں انہیں سکھایا جاتا ہے کہ شکار کا کس طرح پیچھا کیا جاتا ہے؟ اسے کس طرح دھوکا دیا جاتا ہے؟ اور پھر اسے اپنے گھیرے میں لے کر کس طرح زندہ دبوچا جاتا ہے؟ اگر اسے ہلاک کرنا مقصود ہو تو پھر اسے کس طرح ہلاک کیا جائے۔ یہ سارے طور طریقے بچے اپنے بڑوں سے از خود سیکھتے چلے جاتے ہیں۔ گویا شکارگاہ بچوں کے لیے ایک بہترین جنگی تربیت گاہ ثابت ہوتی ہے شہری لوگوں کے بچوں کو ایسے مواقع کم ہی میسر آتے ہیں اس لیے وہ جنگی طور طریقوں سے یکسر نابلد ہوتے ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ خانہ بدوشوں اور شہریوں میں سے جنگی مہارت کے لحاظ سے کس کو برتری حاصل ہے؟''

ننھا بابر صرف نانی اماں کا منہ تکتا رہ جاتا تھا کیونکہ نانی اماں کے سوالات کے جوابات

دنیا اس کے حیطہ ادراک سے ماوریٰ تھا۔

وقت پر لگا کر اڑتا چلا گیا تھا۔ نانی اماں کی نا سمجھ آنے والی باتیں بہت پیچھے رہ گئی تھیں چھ سال کا عرصہ اگرچہ بہت بڑا عرصہ ہوتا ہے مگر بابر اپنی تعلیم اور تربیت میں اس قدر محو ہوا کہ اسے خبر بھی نہ ہوئی اور وہ بارہ سال کا ہوگیا۔

ان چھ سالوں میں بابر نے خوب قد کاٹھ نکالا تھا۔ اس کا جسم بھرا بھرا سا اور اعضاء مضبوط ہو گئے تھے۔ بارہ سال ہی کی عمر میں وہ بھرپور جوان دکھائی دیتا تھا۔ اپنی تعلیمی استعداد بڑھانے کے ساتھ ساتھ وہ شمشیر زنی، نیزہ بازی اور تیز اندازی میں بھی کافی ماہر ہوگیا تھا۔ اب اسے بھاری خود اور زرہ بکتر نہ کھلتے تھے۔ قنبر علی عرف ملاخ نے اس پر بھرپور محنت کی تھی۔

عمر شیخ مرزا کے دو قابل اعتماد ملازم بھورے بالوں والا ہم درد گھٹے ہوئے جسم والا بظاہر وفادار، بہادر اور معاملہ فہم یعقوب ہر وقت بابر کے ساتھ سائے کی طرح چمٹا رہتا تھا تاکہ اسے اسکے چچاؤں اور مغلستان کے خاقان اعظم محمود خان کی متوقع سازشوں کا شکار ہونے سے بہر طور محفوظ رکھیں۔ یہ دونوں اشخاص اپنا فرض منصبی بھرپور طریقے سے انجام بھی دے رہے تھے اب تک بابر اپنی نانی اماں کی گفتگو کے سحر سے کماحقہ باہر آچکا تھا۔ اب اس میں تصویر کا دوسرا رخ دیکھنے کی صلاحیت بدرجہ اتم پیدا ہو چکی تھی۔ اس کے باپ نے اس کی آنکھیں کھول دی تھیں۔ اس لیے وہ اپنے دوستوں اور دشمنوں میں تفریق کرنے کے قابل ہو چکا تھا۔

اس کی جسامت کے ساتھ ساتھ اس کا ذہن بھی پروان چڑھ چکا تھا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ ایک طرف تو اس کے چچا ایک بھاری بھرکم لشکر تیار کر کے وادی فرغانہ پر حملہ آور ہوا چاہتے تھے تو دوسری طرف خاقان اعظم محمود خان بھی اپنے دندان آز تیز کئے بیٹھا تھا۔ یہ سوال ایک پھانس کی طرح اس کے ذہن میں اٹک گیا تھا کہ اس کے چچا اور اس کا ماحول اس کے والد کے خلاف کس لیے ادھار کھائے بیٹھے تھے۔

بھورے بالوں والا قاسم اندرجان کے شاہی محل کے امور کا نگران اعلی مقرر کر دیا گیا تھا

اور یعقوب اس کی نیابت کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ اگر چہ قاسم زیادہ پڑھا لکھا نہیں تھا مگر وہ نہایت ہی زیرک اور بہادر تھا۔

عمر شیخ مرزا جب سے بابر کو اپنے بھائیوں کی خاقان اعظم کے ہاتھ ساز باز اور فرغانہ پر حملہ آور ہونے کی خبر دی تھی وہ بہت بے چین سا رہنے لگا تھا۔ اس نے اپنے باپ سے کہا کہ ''باباجانی! میں آپ کے شانہ بشانہ اس جنگ میں شریک ہونے کے لیے تیار ہوں میرے بازوؤں میں اب اتنا دم موجود ہے کہ میں کسی بھی بڑے سے بڑے سورما کا مقابلہ کرنے کی ہمت رکھتا ہوں میرے استاد محترم قنبر علی نے مجھے فن حرب وضرب میں تاق کر دیا ہے۔''

عمر مرزا اپنے بیٹے کی اس خواہش کو رد نہ کر سکا اور اس نے بابر کو اپنے ہمراہ جنگ میں شریک ہونے کی اجازت دے دی۔ بابر کی زندگی کی یہ پہلی جنگ تھی جس میں وہ براہ راست شریک ہونے جا رہا تھا۔ اس لیے وہ بڑا پر جوش دکھائی دے رہا تھا۔

کسی طور نانی اماں کو عمر شیخ مرزا کی جنگی تیاریوں کی بھنک پڑ گئی اور اس نے عمر شیخ مرزا کو بُلا کر پوچھا کہ ''کیا تو بیک وقت اپنے بھائیوں اور میرے بیٹوں سے جنگ کرنے جا رہا ہے تجھے اپنی اس سوچ سے باز آ جانا چاہئے ورنہ میری آنکھیں یہ دیکھ رہی ہیں کہ تو کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہونے والا ہے تجھے یہ جنگ بہت مہنگی پڑے گی۔ تو چکی کے ان دو پاٹوں میں پس کر رہ جائے گا۔''

عمر شیخ نے بڑی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی خوش دامن سے پوچھا کہ ''یہ خبریں آپ تک کون پہنچاتا ہے؟''

دولت بیگم نے برملا کہا کہ ''وہی لوگ جن سے تو اس قسم کے مشورے کرتا ہے اور پھر وہ تیری عدم موجودگی میں شیخی میں آ کر اپنے دوستوں کے سامنے سارا کچا چٹھا کھول دیتے ہیں اور وہی دوست جو میرے بھی دوست ہیں۔ یہ ساری باتیں مجھ تک من وعن پہنچا دیتے ہیں تجھے اپنی صفوں میں موجود ایسی کالی بھیڑوں کو نکال باہر کرنا ہوگا ورنہ تیرا کوئی راز، راز نہ رہ سکے گا اور پھر تو اپنے

دشمنوں سے مات کھا جائے گا۔

دولت بیگم کی باتیں سن کر عمر شیخ کے رونگٹے کھڑے ہوگئے، وہ کئی دنوں تک تذبذب کا شکار رہا۔ وہ دولت بیگم کی اس بات سے قطعاً متفق نہ تھا کہ اسے اپنے بھائیوں اور خاقان اعظم سے بیک وقت جنگ نہیں کرنا چاہیے۔

عمر شیخ مرزا جانتا تھا کہ دولت بیگم کے مشورے پر من وعن عمل کرنا اس کے لیے خودکشی کے مترادف ہوگا اس کے مستقبل کا انحصار اس بات پر تھا کہ وہ اپنے دونوں دشمنوں سے کس طرح نبرد آزما ہوتا ہے۔

بابر اپنے باپ کو اس قدر متفکر دیکھ کر کچھ بجھ سا گیا تھا اسے معلوم نہیں تھا کہ اس کے باپ کے ذہن ودل میں کیسی پھانس اٹکی ہوئی تھی جو اسے مغموم اور متفکر کیے دے رہی تھی۔ عمر شیخ مرزا کا یہ معمول تھا کہ جب وہ مغموم یا اداس ہوتا تو وہ آخشی کی پہاڑی پر چلا جاتا تھا جہاں اس نے بے شمار کبوتر پال رکھے تھے وہ اپنے گردوپیش سے بے نیاز ہوکر کبوتروں کی ہم نشینی میں محو ہو جاتا تھا اس طرح کچھ وقت کے لیے وہ اپنی پریشانیوں سے رستگاری حاصل کر لیتا تھا مگر ''تابہ کے۔''

بابر بھی اپنے محافظوں کو چکما دے کر اکثر اوقات بہت دور تک گھڑ سواری میں مشغول رہتا تھا اور اپنے اردگرد کے ماحول سے آگاہی حاصل کرتا رہتا تھا بعض اوقات تو وہ جوش شہسواری میں خجند تک جا پہنچتا تھا جو اندرجان سے کم وبیش تیس میل دور ایک نہایت ہی سرسبز وشاداب اور صحت افزا مقام تھا۔

باپ بیٹے کی آوارہ گردی کا یہ سلسلہ کئی دنوں تک جاری وساری رہا وہ یہ فیصلہ نہیں کر رہے تھے کہ مستقبل قریب میں پیش آنے والے خطرناک صورت حال سے کس طرح نبرد آزما ہوئی۔

ایک روز عمر شیخ مرزا نے اپنے ہم نشینوں پر شکار کھیلنے کا عندیہ ظاہر کیا جو بصد عجلت ترتیب دے دیا گیا۔ شکار تو محض ایک بہانہ تھا اس کے پس پردہ عمر شیخ مرزا کے دو مقاصد پنہاں

تھے۔ پہلا یہ کہ وہ خانہ بدوش منگولوں کی طرز پر اپنی فوج کو سرگرم عمل کرنا چاہتا تھا تاکہ اپنے سروں پر مسلط کی جانے والی جنگ سے وہ مکمل طور پر عہدہ براہو سکیں اور دوسرا یہ کہ وہ اس بات کی ٹوہ لگانا چاہتا تھا کہ اس کے دشمن کس نہج پر جنگی تیاریوں میں مصروف ہیں اور وہ کب تک وادی فرغانہ پر حملہ آور ہوا چاہتے ہیں۔

دریائے سیحون کے اس پار موجود جنگل میں کافی شکار موجود تھا بنا بر ایں عمر شیخ مرزا ایک بھاری لشکر کے ہمراہ دریائے سیحون کے اس پار جا دھمکا۔ یہ لوگ بعینہ مغلوں کی طرز پر شکار کھیلنے لگے۔ انہوں نے جنگی حکمت عملی سے جانوروں کا پیچھا کیا۔ یعنی میمنہ میسرہ اور مرکزہ بالکل اجتماعی طور پر اپنے شکار کا پیچھا کر رہے تھے۔

عمر شیخ مرزا اگرچہ بھاری تن وتوش کا مالک تھا مگر آج وہ نہایت ہی پھرتی سے روبہ حرکت تھا۔ شکاریوں نے اپنی پوری مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے خوب شکار کیا۔ بابر نے بھی اس شکار میں بھرپور حصہ لیا تھا اور خوب لطف اندوز ہوا تھا۔

شام کو جنگل میں ہر طرف چولہوں کے لاؤ جلتے اور شکار کو بھونا جاتا اور خوب مزے لے لے کر کھایا جاتا ایک روز شاہی مخبر نے عمر شیخ مرزا کو ایک منحوس خبر سنائی کہ...... (اگلی قسط آئندہ شمارے میں)

بصیرت

ایک شخص امام ابوحنیفہؒ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ اس نے کسی جگہ مال دفن کیا تھا، اب وہ جگہ یاد نہیں آرہی۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: ''یہ کوئی فقہی سوال نہیں ہے کہ جس کا میں کوئی حل نکال سکوں تم ایسا کرو کہ جاؤ اور آج ساری رات نفلیں پڑھتے رہو۔ صبح تک ان شاءاللہ تمہیں یاد آجائے گا۔'' اس شخص نے ایسا ہی کیا، ابھی چوتھائی رات سے بھی کم وقت ہی گزرا تھا کہ اس کو وہ جگہ یاد آگئی (تو اس نے نوافل ختم کر دیے) پھر اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا: ''میں سمجھتا تھا کہ شیطان تجھے نوافل نہیں پڑھنے دے گا اور تجھے یاد دلا دے گا۔ کیوں نہ تو نے اللہ عزوجل کے شکرانہ کے لیے بقیہ رات بھی نفل پڑھنے میں گزاری۔''

انتخاب: محمد رضوان، شیخوپورہ

روحانی علاج

ابوالسمعان المدنی

فتنہ دجال سے حفاظت:

اللہ رب العزت نے اس دنیا کو اور آزمائش گاہ بنایا ہے اور خیر اور شر دونوں کو پیدا کر کے اپنے بندوں کو ان کی پہچان کروائی۔ نیکی کے رستے پر چلنے کے انعامات اور ثمرات سے آگاہ کیا بدی کی برائی بیان کی، اس کے عذاب عقاب ذکر کیا اسے اپنی ناراضگی کا ذریعہ بتایا اور پھر بندوں کو اختیار دے دیا کہ جس راہ پر چاہیں چلیں۔ ابلیس اور اسکی جماعت نے انسانیت کو بہکانے کے لیے اپنی کوششیں کیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے دوسری طرف قدسی نفوس مبعوث ہوئے اور انسانوں کو برائیوں سے آگاہ کرتے اور فتنوں سے آگہی دیتے رہے۔ ان مبارک ہستیوں کا سلسلہ جناب نبی کریم ﷺ پر ختم ہوا اور علماء کو ان کا وارث تو قرار دیا گیا کہ علماء رہتی دنیا تک انسانیت کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں گے۔

ابتدائے آفرینش سے اب تک جتنے بھی فتنے آئے یا قیامت تک آئیں گے ان میں سب سے بڑا، مہیب اور خطرناک فتنہ دجال کا فتنہ ہے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر خاتم المرسلین ﷺ تک ہر نبی نے اپنی امت کو اس فتنے سے خبردار کیا۔ دجال ایک کانا شخص ہے جسے اللہ نے کسی جزیرے پر قید کر رکھا ہے اور جب اللہ تعالیٰ چاہیں گے اس کو آزاد کر کے اپنے بندوں کی ابتلاء اور آزمائش کریں گے۔ حضرت تمیم داریؓ کی دجال سے ملاقات ہوئی تھی وہ بحری سفر پر جا رہے تھے کہ بھٹک کر ایک جزیرے پر جا نکلے وہاں انہوں نے دجال کو دیکھا اور اس سے باتیں بھی کیں۔ یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ کتب احادیث میں موجود ہے۔

جب دجال کا خروج ہوگا یہ وہ وقت ہوگا جب امام مہدی علیہ الرضوان کا ظہور ہو چکا ہو

گا اور مسلمان ان کی بیعت کر چکے ہوں گے۔ دجال کو اللہ تعالیٰ نے کچھ حیرت انگیز طاقتوں کا مالک بنایا ہے۔ وہ اپنے ساتھ جنت ودوزخ لے کر چلے گا اور واپنے نہ ماننے والوں کو اٹھا کر آگ میں پھینکے گا۔ جو دیکھنے میں دوزخ ہوگی لیکن حقیقت میں جنت کا نمونہ ہوگی دجال انتہائی تیز رفتار سواری پر پوری دنیا کا چکر لگائے اور جو لوگ اسے خدا مان لیں گے ان پر انعام واکرام کا سلسلہ جاری کردے گا۔ ان کی زمینیں طرح طرح کے پھل، فصلیں اور خزانیں اگلیں گی، بارش ہوگی اور وہ خوشحالی کی زندگی گزاریں گے لیکن وہ موحدین پر زندگی تنگ کردے گا ان کی فصلیں اور باغات سوکھ جائیں گے اور بارشوں کا سلسلہ منقطع ہوجائے گا۔ دجال لوگوں کو قتل کر کے زندہ کرے گا اور ان تمام اشیاء کو اپنی خدائی کے ثبوت میں پیش کرے گا۔

عجیب فتنے کا دور ہوگا صرف مضبوط ایمان اور دجالی قوت والے ہی کا اللہ کی خاصی توفیق سے اس عظیم فتنے سے محفوظ رہیں گے اگرچہ دجال ابھی ظاہر نہیں ہوگا لیکن دجالی فتنوں کے خدوخال نمایاں ہونا شروع ہوجائیں گے شیطانی قوتیں دجال کے خروج کی راہ ہموار کرنے میں مصروف ہیں بے راہ روی اور مذہب بیزاری کا دوردورہ ہے اس نازک وقت میں ضرورت ہے کہ اس فتنے سے آگاہی حاصل کی جائے اور اس سے بچاؤں کی تدابیر اختیار کی جائیں۔ نبی کریم ﷺ کی بہت سی احادیث میں دجال اور دجالی ایجنٹوں کا تفصیلی ذکر ہوا ہے۔ خصوصا ابواب الفتن میں۔ اہل السنۃ والجماعۃ علماء نے ان احادیث کی جو تشریحات کی ہیں ان کو اپنے مطالعہ میں رکھا جائے۔

۲: دجال ارودجالی فتنوں سے محفوظ رہنے والے لوگ وہ ہوں گے جو توبہ اور انابت الی اللہ کا اہتمام کرتے ہوں، دین کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کا جذبہ رکھتے ہوں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کے عقائد درست ہوں۔ یاد رکھیے کہ عقیدہ اصل چیز ہے اپنے عقائد کی حفاظت کی جائے اور اہل السنۃ والجماعۃ کے مخالف جو بھی عقائد ہوں (اگرچہ وہ ظاہر میں کتنے خوشنما کیوں نہ ہوں) ان سے مکمل بیزاری کا اظہار کیجئے۔

۳: دجال یہودیوں کا نام نہاد نجات دہندہ بن کر آئے گا اور یہودی بڑی شدت سے اس

کا انتظار کررہے ہیں۔ یہود کی چالوں سے آگاہ رہیں اور یہود کے ایجنٹ کا کردار کرنیوالوں سے بھی۔ دجال کے خروج کے کچھ عرصہ بعد عیسیٰ علیہ السلام کی جامع مسجد کے مینار پر آسمان سے اتریں گے اور دجال کی موت آپ کے ہاتھوں ہوگی جو لوگ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے منکر ہیں وہ درحقیقت یہود کے ایجنڈے پر کارفرما ہیں ان لوگوں سے خبردار رہیں۔ ان میں قادیانی منکرین حدیث اور کچھ نام نہاد جدید سکالرز سرفہرست ہیں۔

۴: احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص روزانہ صبح کو سورۃ کہف کی ابتدائی دس آیتیں پڑھے گا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ یہ سورۃ پندرہویں پارے میں ہے اور اس کی ابتداء اس آیت سے ہوتی ہے **الحمد لله الذی انزل** الخ ان دس آیات کو پابندی کے ساتھ تلاوت کریں ان شاء اللہ دجال اور دجالی فتنوں سے حفاظت رہے گی۔

بنات اہلسنت — نرخ نامہ برائے اشتہارات ماہنامہ

بیک			
بیک فل پیج 4 کلر	3000	3/4 بیک پیج 4 کلر	2500
ہاف بیک پیج 4 کلر	2000	1/4 بیک پیج 4 کلر	1500
اندرون			
فل پیج ون کلر	1800	3/4 ون کلر	1500
ہاف پیج ون کلر	1300	1/4 ون کلر	800
مین پیج ان سائیڈ			
فل پیج ون کلر	2000	3/4 پیج ون کلر	1300
ہاف پیج ون کلر	1000	1/4 پیج ون کلر	800
ایک پٹی 1.5 انچ مین ٹائٹل	2000	پٹی 1.5 انچ بیک ٹائٹل	600

ام خدیجہ، چک گلاں

ہمارا کچن

ماش کی سادہ دال

ماش کی دال: آدھا کلو

پیاز: دو عدد

لہسن: ایک گھٹی

ٹماٹر: ایک عدد

سبز مرچ: چار عدد

نمک: حسب ضرورت

سرخ مرچ: آدھا چمچ

ہلدی: تین چٹکی برابر

آئل: آدھی پیالی

گرم مصالحہ: آدھا چمچ

ترکیب:

گرم آئل میں پیاز کو ہلکا سا بھون لیں اس کے بعد ٹماٹر کاٹ کر اس میں ڈال لیں نمک مرچ اور ہلدی وغیرہ ڈالیے جب مسالہ تیار ہو جائے تو اس میں دال انڈیل دیں تقریباً پندرہ منٹ بعد اس کو اتار لیں۔ ماش کی سادہ دال تیار ہے۔ نوش فرمائیے!

میری بہنو! اس بار ہماری ڈش سادہ ہے کیونکہ پورا ملک مصیبت اور پریشانی میں مبتلا ہے تو اس وقت مرغن غذاؤں کو چھوڑ کر بالکل سادہ سی غذا استعمال کرنی چاہیے۔

کوئز مقابلہ

1 ...... جس کہکشاں میں ہم رہتے ہیں اس کا نام کیا ہے؟

2 ...... سلطان صلاح الدین ایوبی نے ''بیت المقدس'' کو کب فتح کیا؟

3 ...... قائداعظم محمد علی جناح نے لفظ ''پاکستان'' پہلی بار کب استعمال کیا؟

4 ...... فارس کو سب سے پہلے کس صحابی رضی اللہ عنہ نے فتح کیا؟

5 ...... حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جس پہاڑ پر ٹھہری وہ کس ملک میں ہے؟

6 ...... پاکستان ''خط سرطان'' پر واقع ہے یا ''خط جدی'' پر؟

7 ...... مرزا غالب کی پہلی سوانح حیات کا نام کیا ہے؟

8 ...... B.B.C کس چیز کا مخفف ہے؟

9 ...... اہل السنۃ والجماعۃ کا نشریاتی ادارہ A.M.S کس چیز کا مخفف ہے؟

10 ...... ''شیخ الادب'' کس بزرگ عالم دین کا لقب ہے؟

سابقہ سوالات کے جوابات:

1 ہر پارے میں 2 حزب ہوتے ہیں 2 شریک ہی نہیں ہوئے۔ 3 حضرت تمیم داریؓ 4 ابوظہبی، دبئی، شارجہ، عجمان، فجیرہ، راس الخیمہ، ام القوین 5 قطب مینار، قوت اسلام مسجد 6 شہریار، امجد اسلام امجد 7 حضرت علی ہجویریؒ اور امام رازیؒ 8 نو دن نر اور تیس دن مادہ 9 سردیوں میں۔ 10 مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، حاجی محمد عابدؒ، مولانا رفیع الدینؒ، مولانا ذوالفقار علیؒ، مولانا فضل رحمٰن دیوبندیؒ۔

☆ ہماری اس ماہ کی ونر ہیں **ثوبیہ کنول (مری)** ادارہ ان کو ان کی کاوش پر مبارکباد کے ساتھ حسب وعدہ انعامی کتب بھی ارسال کر رہا ہے۔

غزالاں تم تو واقف ہو

رفیق راہ تھی منزل ہر اک تلاش کے بعد
چھٹا یہ ساتھ تو راہ کی تلاش بھی نہ رہی
ملول تھا دل آئینہ ہر خراش کے بعد
جو پاش پاش ہوا اک خراش بھی نہ رہی
(ثمرین بانو)

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے
(طٰہٰ، فیصل آباد)

ان کو جب تک کوئی بہتر ساکمیں ملتا نہیں
ہے یقین تب تک رہے گا میرا ہی دل ہی قیام
(ملک بنیامین، صفدر آباد)

اس تن کی طرف دیکھو جو قتل گہ دل ہے
کیا رکھا ہے مقتل میں اے چشم تماشائی
(نائلہ طارق، اسلام آباد)

دل تو چاہا پر شکست دل نے مہلت ہی نہ دی
کچھ گلے شکوے بھی کر لیتے مناجاتوں کے بعد
(مینہ رانی، لاہور)

آ گئی فصل سکوں چاک گریباں والو
سل گئے ہونٹ کوئی زخم سلے یا نہ سلے
دوستو بزم سجاؤ کہ بہار آئی ہے
کھل گئے زخم، کوئی پھول کھلے یا نہ کھلے
(فرحت علی باجوہ، لاہور)

در کھلا دیکھا تو شاید تمہیں پھر دیکھ سکیں
بند ہو گا تو صدا دے کے چلے جائیں گے
(محمد اختر، لاہور)

اس عشق خاص کو ہر ایک سے چھپائے ہوئے
گزر گیا ہے زمانہ گلے لگائے ہوئے
(شمائلہ طارق، اسلام آباد)

کبھی زلزال آتا ہے، کبھی سیلاب آتا ہے
یہ ساری قوم میں پھیلی، برائی اور دغا کیوں ہے
(شہناز اختر، صفدر آباد)

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
جو کسی کے کام نہ آ سکے میں وہ ایک مشت غبار ہوں
(شہزادی فرخ، حسن ابدال)

وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہی وعدہ یعنی نباہ کا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
(تحریم کوثر، راولپنڈی)

خاطر سے یا لحاظ سے میں مان تو گیا
جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا
(ندیم اقبال، شیخوپورہ)

جب کر قانون حاوی ہوگیا
التجا معصوم کی رد ہوگئی
پیکر عصمت پر عائد فرد جرم
ظالموں کے ظلم کی حد ہوگئی
(سید عثمان حیدری، کوئٹہ)

بس التجا ہے رحمت الٰہی سے
امان بخش دے سیلاب کی تباہی سے
سوال کرنے میں کوئی حرج نہیں حاصل
سوال کیجئے لیکن فقط خدا ہی سے
(پلوشہ، پشاور)

جینا وہ کیا کہ دل میں نہ ہو تیری آرزو
باقی ہے موت ہی دلِ بے مدعا کے بعد
(مصباح، انیلا، عائشہ)

دور حیات آئے گا قاتل، قضا کے بعد
ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد
(محمد اعجاز، قصور)

لذت ہنوز مائدہ عشق میں نہیں
آتا ہے لطفِ جرمِ تمنا سزا کے بعد
(محمد نعیم خان، لاہور)

تجھ سے مقابلے کی کسے تاب ہے ولیؔ
میرا لہو بھی خوب ہے تیری حنا کے بعد
(ام حبیبہ، شیخوپورہ)

آئین جوانمردی، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی
(کائنات کنول)

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مُدّعی کے واسطے دار و رَسن کہاں
(علی خان، لیہ)

جذب حرم سے ہے فروغ، انجمن مجاز کا
اس کا مقام اور ہے اس کا نظام اور ہے
(عروج فاطمہ، چکوال)

کیسی الجھن پوشیدہ ہے سوچ کے کچے دھاگوں میں
سویا اپنے خوابوں میں جاگا اس کے خوابوں میں
(سبکتگین صبا)

گوشۂ ظرافت

استاد (شاگرد سے) بتاؤ وہ کونسا وقت ہوگا جب ماں کو بیٹی کی فکر نہیں ہوگی، باپ کو بیٹے کی فکر نہ ہوگی بہن بھائیوں کو ایک دوسرے کی فکر نہ ہوگی غرض ہر کسی کو اپنی فکر ہوگی اپنی اپنی پڑی ہوگی۔

شاگرد۔۔۔۔۔ جناب شادی میں کھانے کے وقت۔ (لطیف حسین، گوجرانوالہ)

☆☆☆

ایک تاجر نے دوسرے تاجر سے کہا: دیکھو یار!۔۔۔تمہارا بیٹا میری بوریوں سے چاول نکال کر تمہاری بوریوں میں ڈال رہا ہے"

دوسرا بولا: ''یار وہ تو پاگل ہے''

پہلا پھر بولا: ''اگر پاگل ہے تو تمہاری بوریوں سے نکال کر میری بوریوں میں کیوں نہیں ڈالتا۔''

دوسرا جھٹ سے بولا: ''اب اتنا بھی پاگل نہیں ہے وہ'' (وجیہ اللہ، منچن آباد)

☆☆☆

ایک لڑکا کمرہ امتحان میں بیٹھا بار بار پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔ ممتحن نے دیکھ لیا

ممتحن: تم بار بار پلٹ کر کیا دیکھتے ہو؟

لڑکا: جناب! ''سوال کے پرچے میں لکھا ہے پلٹ کر دیکھو میں اس ہدایت پر عمل کر رہا ہوں''

☆☆☆

ایک دوست: رات کو نیند نہ آئے تو کیا کرنا چاہئے؟۔

دوسرا دوست: نیند کا انتظار کرنے سے بہتر ہے آدمی سو جائے۔ (شبیر مغل، ایبٹ آباد)

آپ نے لکھا

بنام مدیر بنات اہلسنت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا رسالہ پڑھ کر خوشی ہوئی مختصر سے شمارے میں تمام چیزیں بہت خوب تھیں۔اللہ سے دعا ہے کہ اس کو مزید دن دگنی رات چگنی ترقی عطا فرمائیں بنات اہلسنت کے گزشتہ شمارے چاہیں وہ کہاں سے ملیں گے؟ صراط مستقیم کورس منگوانے کا کیا طریقہ کار ہے برائے مہربانی بتلا دیجئے۔

اپنی ذاتی کاوش بے آواز لاٹھی بھی پیش خدمت ہے اگر اشاعت کے قابل ہے تو شائع کر کے میرے حوصلہ افزائی کریں۔ان شاء اللہ آئندہ بھی شرکت کی کوشش کروں گی۔اللہ تعالیٰ اس رسالے کے تمام منتظمین ومعاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کے معیار کو مزید بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

عرفانہ،اٹک

مسافران آخرت

☆ عظیم روحانی شخصیت مولانا محمد یوسف خان صاحب آف پلندری آزاد کشمیر دار فانی سے دار باقی کو روانہ ہو گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

☆ جامعہ حقانیہ لاہور کے ہونہار طالب علم بھائی محمد ساجد کے والد محترم محمد محمد حنیف صاحب وفات پا گئے ہیں۔اللہ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔